روحانی مضامین

عابد رضوی

ریکی ماسٹر ٹیچر (لندن)
ایم ایس سی، ایم بی ائے (لندن)

تاریخ اجراء 26/8/2017

Find us on facebook:
School of Psychic Studies and Mind Sciences

پیش لفظ

مجھ پر مولی علی ع کا بڑا کرم رہا کہ زندگی بھر میں نے جس شئے کی بھی تمنا کی جلد یا بدیر اسے حاصل ضرور کیا شروع شروع میں جب میں نے جفر اور رمل کی مدد سے لوگوں کے سوالات کا حل نکالنا شروع کیا تو اکثر ایسا ھوتا کہ سائلین پر سحر یا جادو وغیرہ کے اثرات دریافت ھوتے جب انکو بتایا جاتا تو سائل فوری اسکا حل یا توڑ دریافت کرتا۔ کہنے کو جفر سے اسمائے الھی دریافت کر کہ سائل کو بتائے جا سکتے ہیں لیکن مجھے اس طرز علاج میں کوئی خاص کامیابی نظر نا آئی وجہ چاہے اسماء کا غلط استخراج ہی کیوں نا رہا ہو۔ دیگر عاملین کے پاس جب کوئی سائل سحر، جنات یا بندش وغیرہ کا کوئی مسئلہ لے کر جاتا ہے تو یا تو تعویذات کا سہارا لیا جاتا ہے یا عملیات کا جس میں اکثر سائل کو خود بھی لمبے چوڑئے اعمال شرائط کے ساتھ کرنے پڑتے ہیں اور بعض دفعہ وہ شرائط ایسی ھوتی ہیں جنہیں پورا کرنا سائل کے لئے آسان نہیں ھوتا۔

یہ ایک ایسا مسئلہ تھا کہ جس نے کم و بیش مجھے دو سال تک پریشان رکھا اور میں اس مسئلے کے حل کی تگ و دو میں نکل پڑا۔ بیتحاشہ کتب کے مطالعے اور بین الاقوامی شہرت یافتہ ماھرین مخفی علوم سے ملاقاتیں اور ان گنت کورسز کئے۔ کیونکہ مولی ع کسی کی محنت ضائع نہیں کرتے لھذاء کچھ قوتیں میرئے ھمراہ ھو گئیں۔ البتہ روحانیت کے حصول میں مجھے ریکی سے بہت مدد ملی یہ کورس کرنے کا مشورہ مجھے روحانی بابا نے دیا تھا جسکے لئے انکا ممنون و مشکور ہوں اور رہونگا۔ پھر ان قوتوں (موکلین اور جنات) کی مدد سے میں نے لوگوں کا کامیاب علاج شروع کر دیا۔ اس علاج میں نا تو سائل کو کوئی وظیفہ کرنا پڑتا ہے نا تعویذ بنوانا پڑتا ہے۔ گدھے کی لید، ہرن کی کھال یا الو کے خون کی تو چنداں ضرورت نہیں پڑتی خیر یہ تو ایک مذاق تھا لیکن اپ میرا مطلب بخوبی سمجھ گئے ھونگے۔ ظاہر ہے یہ ایسی اشیاء ہیں جو عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہیں لھذاء اس بہانے لوگوں سے رقم اینٹھنے کا رواج عام ہے۔

ایک دن ایک مریض کے علاج کے دوران میرا ٹکراو شیطانی قوتوں سے ھو گیا جنھوں نے مجھے مار ڈالنے میں کسر نا چھوڑی لیکن مولی ع نے ایک دفعہ پھر نصرت فرمائی اور نا صرف میری جان بچائی بلکہ مجھے کچھ ایسی نئی قوتوں سے نوازا، جن کے ھوتے مجھے کوئی انگلی بھی نہیں لگا سکتا۔ بس یہ میری کھانی ہے اور یہ میں ھوں۔ نا میں کوئی ولی ہوں نا ہی پیر اور نا مرشد میں آپ لوگوں کیطرح ایک عام آدمی ہوں میرئے پاس جو کچھ بھی ہے وہ میری سچی لگن اور مولی ع کی عطا ہے

اور کچھ نہیں۔ میرا تو کوئی کمال ھرگز نہیں ہے۔ لوگ مجھ سے رابطہ کرتے ہیں کہ ہماری جنات سے دوستی کروا دو تو بھائی سن لیں کہ اللہ بغیر محنت کے کبھی کسی کو نہیں نوازتا۔ حضرت مریم ع کو بھی خرمہ کھانے کے لئے درخت کے تنے کو ہلانا پڑا تھا۔ بڑئے بڑئے انبیاء اور اوصیا نے اپنے مقام کو پانے اور برقرار رکھنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں پیش کی تب جا کر اللہ ان سے راضی ہوا۔ آخر میں بس اتنا کھونگا کہ روحانیت ایک طرز زندگی ہے کوئی شارٹ کورس نہیں۔

سید عابد حسین رضوی
بی بی ائے، ایم ایس سی، ایم بی ائے
انگلیا رسکن یونیورسٹی (لندن)
ریکی ماسٹر ٹیچر (لندن)
واٹس ایپ۔ 00447402763853
ائی ایم او۔ 00447397528296

تعویزات کی حقیقت

اپ نے سنا ہو گا کہ فلاں مقام پر تعویز دفن ہے جبتک وہ نا نکلے گا جادو کا اثر ختم نا ہو گا۔ عموماً ایسے تعویز مطلوب کے گھر یا اسکے آس پاس دبائے جاتے ہیں۔ یہ تعویز کیا ہوتے ہیں۔ دراصل ان تعویزوں کی حیثیت ایک گیٹ وئے کی ہوتی ہے جہاں سے شیاطین اور جنات تھرڈ ڈائمینشن میں یعنی مطلوب کے گھر اور اسکی زندگی تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ جنات اور شیاطین کو کیونکہ اپنے ارادئے کے تحت انسانوں کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں ہے لھذاء یہ دیگر شیطان نما انسانوں کو استعمال کرتے ہیں جب عامل کا ارادہ کسی دوسرئے انسان کو نقصان پہنچانے کے لئے شیطان کے ہمراہ ہو جاتا ہے تو شیطان اس قانون سے بری ہو جاتا ہے کہ جسکے تحت وہ کسی انسان کو براہ راست کوئی جسمانی یا مالی نقصان پہنچانے سے قاصر ہوتا ہے۔

یہ گیٹ وئے کیی قسم کے ہوتے ہیں جیسے مختلف تحائف جو عاملین مطلوب کو دیتا ہے۔ اسکے علاوہ شیاطین گھروں میں موجود ائینوں کو ایک گیٹ وئے کی صورت میں استعمال کر سکتا ہے۔ دیگر اشیاء میں مطلوب کے جسم کے اعضاء جیسے بال، ناخن وغیرہ بھی شیاطین کی پسندیدہ گیٹ وئے ہیں۔ تعویذات انہی کی ایک قسم ہے۔ تعویز کی طبع متعلقہ جن کی طبع کے مطابق تیار کی جاتی ہے بمطابق عمل جیسے اتش ، باد، آب اور خاک۔ جنات ان چار اقسام کے ہوتے ہیں۔

پرھیز جلالی و جمالی کی حقیقت

دینِ اسلام میں جو شئے حلال ہے وہ حلال ہے اور جو حرام وہ حرام، حلال شئے کو خود پر حرام کرنا بغیر کسی عذر شرعی یا طبی جائز نہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ جنات کی غذا انسانوں کی چھوڑی ہوئی ہڈیاں ہیں تو جب جنات خود ترک حیوانات پر قائم نہیں تو دوران عملیات انسان کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ ترک حیوانات کرئے ، تاہم اقوال معصومین ع کے مطابق مومن کے لئے نصیحت ہے کہ اپنے شکم کو حیوانات کا قبرستان مت بناو، قول معصوم ع حکمت سے خالی نہیں ہوتا لھذاء دوران عمل بلکہ روز مرہ کی زندگی میں بھی گوشت کا استعمال کم رکھیں۔ وہ خوراک جو اسلام کے آغاز یعنی دعوت ذوالعشیرہ کے دستر خوان کی زینت بنی ہو کہ جسکی تیاری مولی علی ع نے اور میزبانی رسول اللہ صلہ اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمائی ہو اسکو خود پر حرام کر کے اجکا مسلمان کونسی روحانیت حاصل کرنا چاھتا ہے ، میری سمجھ سے تو یہ مسئلہ باہر ہے۔

باقی جہاں تک ملائک یا موکلین کا سوال ہے تو وہ خوراک کا استعمال سرئے سے نہیں کرتے نیز کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں لھذاء امر ربی کے برخلاف عمل نہیں کر سکتے، کیونکہ احادیث میں گوشت کو کھانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے اور قران نے اسکو حلال جانا ہے تو ممکن ہی نہیں کہ ملائک انکے استعمال کرنے والوں کو زک پہنچائیں۔

لھذاء پرھیز وغیرہ خوراک کی حد تک بس اتنا ہے کہ گوشت کم کھائیں اور شکم سیری سے بھی اجتناب فرمائیں، گناہ کبیران سے حتمی طور پر پرھیز کریں، انسان غلطیوں کا پتلہ ہے اگر گناہ نا کرئے تو معصوم کہلائے گا، جو صرف انبیاء اور ائمہ ع یا انکی اولاد بلافصل کا وصف ہے، تاہم کم سے کم گناہ کریں اور احساس گناہ کو ختم مت ہونے دیں۔ غلطی ہوتے ہیں فوراً توبہ کریں اور استغفار کریں۔ سورہ توبہ اور سورہ نور کی تلاوت کو معمول بنائیں۔ مولی علی علیہسلام کی ولایت اور خلافت بلا فصل پر کامل اعتماد رکھیں۔ صراط علی حق نمسکہ کا ورد کثرت سے کریں کوئی وجہ نہیں کہ آپ ناکام ہوں۔

اجازتِ عمل

کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے لازم ہے کہ اسکی بابت استخارہ کر لیا جائے اگر جواب ہاں میں ہو تو عمل کیا جائے ورنہ ترک کر دیا جائے، میرئے تجربات اور مشاھدات کے مطابق حصار یا رجال الغیب کی سمتوں کے تعین کرنے یا نا کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کم از کم میں نے اجتک کوئی بھی عمل کرتے وقت نا تو پرھیز جلالی جمالی کیا، نا حصار اور نا ہی رجال الغیب کا خیال رکھا، اگر آپ واقعتاً اس اھل ہوں کے آپکو عمل سے روحانی فیض حاصل ہو سکے تو یہ باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، کیونکہ حصار میں آپ چند گھنٹے ہی رہ سکتے ہیں جبکہ راجع مخلوق ہر وقت آپ کے ساتھ ہو گی لھذاء اگر وہ اپکو تکلیف دینا چاہے گی تو حصار اپکو نا بچا سکے گا، ویسے بھی عملیات کے حصار خاص کر قرانی آیات کے حصار صرف شیاطین کو روکتے ہیں اگر علوی مخلوق راجع ہو جائے تو اسے دنیا کا کوئی بھی حصار روک نہیں سکتا کیونکہ ملائک کا ناراض ہونا امر الھی کے تحت ہی ہوتا ہے۔ جہاں تک جنات کا معاملہ ہے تو مسلمان جنات بھی آیت الکرسی کے حصار میں باسانی داخل ہو جاتے ہیں اور یہ ھزارہا مرتبہ میرئے مشاھدئے میں آ چکا ہے لھذاء ہر عمل کو کرنے سے پہلے ایک تو اپنے گریبان میں جھانک کر فیصلہ کریں کیونکہ آپ سے زیادہ آپکو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا، دوسرئے یہ کہ استخارہ کریں، مثبت جواب ہو تب ہی عمل کریں ورنہ ھرگز ھرگز عمل مت کریں۔

توانائی کی اقسام

توانائی کی دو ہی اقسام ہیں مثبت یا منفی، علوی مخلوق مثبت توانائی کی حامل ہے جبکہ سفلی مثبت و منفی دونوں طرح کی توانائی رکھ سکتی ہے۔ اپ نے سنا ہو گا کہ ہر عمل کا رد عمل ھوتا ہے یہ سائنس کا ایک جانا مانا اصول ہے۔ کیونکہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ھوتا ہے، لھذاء ہر انسان اپنے ہر عمل سے اپنی نیت کیمطابق مثبت یا منفی توانائی کا اخراج کرتا ہے۔ یہ توانائی فضائے بسیط میں پھیلتے ہی لائک اٹریکٹس لائک کے اصول کے تحت اردگرد موجود مثبت یا منفی توانائی کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور اسطرح سے اپنی قوت میں اضافہ کرتی ہے۔ موکلین، جنات، شیاطین، علوی و سفلی مخلوق تمام کے تمام لطیف ترین ہونے کے سبب توانائی کی مختلف اقسام ہیں، اسکے برعکس انسان، حیوان، نبادات جمادات، چرند پرند، پہاڑ، ندی نالے، دریا وغیرہ اپنی کثافت کے سبب مادئے کی مختلف حالتیں ہیں۔

عامل کون ہے؟

بات کو اگے بڑھانے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ عامل کی تعریف کیا ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی عمل کو سرانجام دیتا ہے، عامل ہے۔ نماز پڑھنا ایک عمل ہے تو نمازی عاملِ نماز ہے اور اس عمل کے ردعمل میں جنت میں محلّات اور باغات کی تخلیق کی علت قرار پاتا ہے بشرطیکہ نماز کی تمام شرائط کو بطریق احسن اور اللہ کی قربت کی نیت سے سر انجام دئے، نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرنا ایک عمل ہے اور اس عمل کے نتیجے میں وضو کے پانی کے قطروں سے فرشتوں کی تخلیق ایک ردعمل ہے، عمل نیک تو مثبت انرجی میں اضافہ، عمل بد تو منفی انرجی میں اضافہ، اپ نے جھوٹ بولا، غیبت کی تو نا صرف شیاطین خوش ھو کر اپکے قریب آیا بلکہ دوزخ میں ایک سانپ یا بچھو اپکی آو بھگت اور خدمت گزاری کے لئے خلق ھو گیا، گویا اپکا ہر عمل اپکی نیت کیمطابق مثبت یا منفی قوتوں کو نا صرف اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے بلکہ مشیت الھی کے تحت عدم سے تخلیق بھی کر رہا ہے۔

اس تمھید سے پتہ چلا کہ جو کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کے نورانی یا سفلی ورد یا منتر کا جاپ کرتا ہے، عامل ہے، اور ہر عمل کا ردعمل تمھیدِ بالا سے ثابت ہے، لھذاء احباب کا یہ کہنا کہ بھائی ہمارئے پاس تو کوئی موکل نہیں ہم تو سیدھے سادئے بندئے ہیں، جہالت ہے۔ ان اندھوں کو معلوم ہی نہیں کہ ہر منتر کے جاپ سے یہ سفلی موکلین کی ایک ٹڈی دل فوج کو اپنے ناپاک مقاصد کے حصول کے لئے اپنے ساتھ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور بظاہر سمجھ رہے ہیں کہ یہ اکیلے ہیں۔...

اسی طریق سے احادیث سے ثابت ہے کہ قرانی آیات کی تلاوت سے اللہ تعالی فوری فرشتوں کو انسانوں کی مدد اور نصرت کے لئے معمور کر دیتا ہے ، یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے ، سب جانتے ہیں۔ تو موکل ہر شخص کے پاس ہے ، اسے علم ہو یا نا ہو۔ کیونکہ جب شمع روشن ہوتی ہے تو پروانے آ ہی جاتے ہیں۔ اپ قرانی اعمال کریں تو ملائک اپکو گھیرئے میں لے لیتے ہیں اور شیطانی اعمال کریں تو شیاطین، یہ بھت ہی اسان فھم بات ہے جسے میں نے بھت ہی سلیس اردو میں قارئین کے لئے بیان کر دیا ہے۔ اب بھی کوئی نا سمجھے تو وہ اپنی عقل کا علاج کروائے ، کیونکہ اس سے زیادہ سھل انداز میں میرئے لئے ان پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا ممکن نا ہو گا۔

تو تسخیر کیا ہے ، تسخیر کچھ بھی نہیں ہوتی یہ ایک محبت کا رشتہ ہوتا ہے جو شیطان، شیطان صفت لوگوں کے شیطانی اعمال اور جنتر منتر کی صورت میں کی گئی پوجا پاٹ سے خوش ہو کر مراعات کی صورت میں اپنے چیلے چانٹوں کی فوج کو ان بدکردار جادوگروں کے حوالے کرتا ہے ، اور نیک و صالح لوگوں کی نیک نیتی اور خدمت خلق کے جذبے سے خوش ہو کر اللہ تعالی اپنے بندوں کی امداد و نصرت کے لئے نیک ارواح، بزرگ جنات اور ملائک کو انکے ھمراہ کر دیتا ہے۔ اللہ کو نا تو فرشتوں کی ضرورت ہے اور نا ہی اسکے پاس اس مخلوق کی کمی۔ اب جنکی باطنی آنکھ کسی سبب کے تحت بیدار ھوتی ہے وہ اپنے اردگرد موجود مثبت و منفی قوتوں سے نا صرف آگاہ ھوتے ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر ان سے بھرپور مدد بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جو اس نعمت سے محروم ہیں انکی امداد کے لئے بھی یہ قوتیں ہر وقت فعال رہتی ہیں تاہم گفتگو نا ھونے کے سبب محبت کا رشتہ اتنا مظبوطی سے استوار نہیں ھو پاتا کہ جتنا ان لوگوں کا ھوتا ہے جو اپنے ساتھ ہر وقت موجود مخلوق کی موجودگی سے نا صرف آگاہ ہوتے ہیں بلکہ ان سے بات چیت کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور یہ بڑی سامنے کی بات ہے کہ جس سے بات چیت بڑھ جائے اس سے انسیت بھی بڑھ ہی جاتی ہے پھر چاہے وہ مخلوق شیطانی ہو یا ربّانی۔ بالکل ویسے جیسے میں خاموش قارئین کی نسبت ان احباب سے زیادہ مانوس ھوں جو میری پوسٹس کو لائک یا ان پر کمنٹس کرتے رہتے ہیں۔

جادو حرام ہے

جادوگر ہر زمانے میں بهت رہے ہیں، ہر جادوگر شیاطین کی استعانت اور امداد سے اپنے دنیاوی مقاصد کی تکمیل کرتا رہا۔ اور اپنے زمانے میں باکرامت کہلایا۔ جاہل لوگوں نے انکے مرنے پر انکے بُت بنا کر پوجا پاٹ شروع کر دی اور یہی جادوگر دیوی، دیوتا کہ نام سے جانے گئے۔ جادوگر اور شیاطین کے مقربین اور پسندیدہ ارواح ہونے کے سبب مرنے کے بعد انهوں نے لشکر ابلیس میں شمولیت اختیار کر لی اور تمام زندہ ساحروں اور جادوگروں کی مرنے کے بعد بهی امداد جاری رکهی۔ شیاطین جنات اور ارواحِ خبیثہ کا یہ ٹڈی دل لشکر عاملین کی زبان میں لشکر ابلیس کے نام سے جانا اور استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بات یہاں قابلِ فکر ہے کہ لشکر ابلیس کی امداد حاصل کرنا خواہ نیک مقاصد کے لئے ہی کیوں نا ہو صریحاً حرام ہے۔ اسکا مقصد چاہے جادو کی کاٹ پلٹ ہی کیوں نا ہو حرام ہے۔ خیر اس پوسٹ کا مقصد دیوی اور دیوتا کی حقیقت سے عوام کو روشناس کروانا تھا بعض محققین کا خیال ہے کہ کالی، بهیرو وغیرہ عرضی قوتوں کے نام ہیں لهذاء انکا استعمال جائز ہے۔ جبکہ میں اپکو یہ بات پوری ذمے داری اور وثوق سے باور کروانا چاهتا ہوں کہ یہ سب کی سب ارواح خبیثہ ہیں اور کچھ نہیں۔ اِنهوں نے قیامت تک کے لئے اپنی اپنی ارواح کو بعد از مرگ شیطان کے پاس گروی رکهوایا ہوا ہے اور اسی کی زیر اطاعت اپنے اپنے فرائض کو سر انجام دئے رہی ہیں۔ ہر اس عبارت سے اجتناب برتیں جس میں کسی بهی قسم کے کفریہ کلمات کا استعمال کیا گیا ہو کیونکہ ایسی عبارات شیاطین کی تعریف و توصیف کا ذریعہ ہیں جس سے شیاطین خوش هو کر عامل کی هر جائز و ناجائز خواهش کو من و عن پورا کرتے ہیں۔ لیکن اس تهوڑے سے دنیاوی فائدے کی بهاری قیمت آخرت کے نا ختم هونے والے عذاب اور قهر خداوندی کے علاوہ اور کچھ نہیں هو سکتی۔

رفتار

انسانی نگاہ سے اوجھل ہونے کا واحد رستہ رفتار ہے۔ یعنی ایسی رفتار جسکے مقابل وقت کی رفتار تھم جائے۔ ایک ایسا جہاں کہ جس میں وقت کی رفتار ہماری اس دنیا سے یکسر مختلف ہے۔ جیسے ہمارا ایک سیکنڈ شاید انکے ایک دن یا ایک ہفتے کے برابر ہے۔ لھذاء جب اس دنیا کی مخلوق اپنے جہاں کو چھوڑ کر ہماری دنیا میں داخل ہوتی ہے تو وقت اسکے لئے تھم جاتا ہے اور بشمول انسان ساری کی ساری کائنات ساکت بیجان بت کی مانند دکھائی دیتی ہے۔ اپنی اسی رفتار کے سبب یہ مخلوق دنیا کہ ایک کونے سے دوسرے کونے کا سفر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں کر لیتی ہے اور اسی رفتار کے سبب یہ انسان کی نظروں سے پوشیدہ بھی رہتی ہے۔ جنات، ملائک، پری، ارواح یہ تمام اس دوسری دنیا سے تعلق رکھتے ہیں جہاں وقت کی رفتار اورپیمائش ہماری دنیا سے یکسر مختلف ہے۔ ان تمام مخلوقات کے اجسام ایک انتہائی تیز رفتار فریکوینسی پر مرتعش ہیں جسے انسانی انکھ دیکھنے سے قاصر ہے۔

جنات شہروں میں کیوں؟

آپ یہ سوچ رہے ہونگے کہ آخر جنات شہروں میں اس قدر کیوں ہیں جبکہ انہیں تو ویرانوں میں ہونا چاہئے، تو عرض یہ ہے کہ جنات شوق سے لوگوں پر مسلط نہیں ہوتے بلکہ انھیں جادو کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ جفر آثار اسقدر مشکل علم ہے کہ پہلے تو اسے سمجھنے کے لئے ہی انسان کو بھت پڑھا لکھا اور ذھین ہونا چاہئے۔ پھر نقوش کی تیاری کے لئے علم نجوم میں مہارت بھی لازم ہے اسکے بعد حساب کتاب کرنا اور لوح یا نقش لکھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

اب آ جائیں قرانی عملیات کیطرف تو ان میں اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ لوگوں کے اعمال اس قابل نہیں کہ انکی دعاوں میں اثر پیدا ھو، لے دئے کے بچا شیطان اور اسکی ذریت یعنی سفلی اعمال اور سفلی مخلوق۔ تو انکے لئے ایک تو صوم صلوۃٔ کی پابندی نہیں ہوتی دوسرئے یہ بھت اسانی سے انسان کے ہمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ مختلف منتروں کے جاپ یا چلوں سے متحرک ہو کر اپنے عامل کی بھرپور معاونت کرتے ہیں۔ انسان جنتا غلیظ اور گناہگار ہو گا اتنا ہی ذیادہ شیطان کا چھیتا ہو گا۔

بس یہی سبب ہے کہ اجکل ہر دوسرا شخص جنات کی گرفت میں ہے اور مسلط کروانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ اسکے اپنے قریبی دوست یا رشتے دار ہوتے ہیں۔ اللہ ہم سبکو شیاطین اور انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔

عمل (نورانی حصارِ حیدری)

کافی ریاضت کے بعد میں نے ایک عمل حاصل کیا ہے جس عوام الناس کی بھلائی کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ یاد رہے کہ اس عمل میں تاثیر کے لئے مجھ سے اجازت لینا لازم ہو گی کیونکہ یہ عمل مجھے ایک کڑی ریاضت کے بدلے میں دیا گیا ہے۔ یہ عمل آج سے پہلے کسی کتاب میں نہیں چھپا، کسی بھی قسم کی مماثلت محض اتفاقی ہو گی۔

عمل (نورانی حصارِ حیدری)

تین دفعہ درود۔
اللھم صل علی محمد وال محمد

ایک مرتبہ ناد علی صغیر۔
نَادِ عَلِیْ صغیر
بِسۡمِ اللہِ الرحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَادِ عَلِیًّامَّظۡھَرَ الۡعَجَآ ئِبِ تَجِدْهُ عَوْنًالَّكَ
فِی النَّوَ آئِبِ كُلُّ ھَمٍّ وَّغَمٍّ سَیَنۡجَلِیْ
بِعَظَمَتِكَ یَآ اَللہُ وَبِنَبُوَّ تِكَ یَا مُحَمَّدُ
وَبِوَلَا یَتِكَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَاعَلِیُّ اَدۡرِكّنِی

ایک مرتبہ مندرجہ ذیل دعا۔

یا مولا علی ع مدد، میرئے گرد ایک ایسا نورانی حصار قائم فرما دیں کہ جسے توڑ کر کوئی بھی منفی غیر مرئی مخلوق میری اجازت کے بغیر نا تو مجھ تک پہنچ سکے اور نا ہی مجھے نقصان پہنچا سکے، اپکو واسطہ ہے اللہ کا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا، اھلیبیت علیہسلام کا، مولا امام زمن علیہسلام اور انکے مقربین و انصار کا، اس نورانی حصار کی مدد سے مجھے تمام تر بلّیات، آفات، جنات، شیاطین، سحر, دجالی جنات اور نظر بد سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

عمل میں کامیابی کے لئے مولی علی علیہسلام کی ولایت پر مکمل یقین اور میری اجازت لازم شرط ہے۔ یہ حصار اس وقت تک قائم رہے گا جبتک آپ اپنی نظر کی حفاظت کرینگے جو اجکل کے دور میں ایک مشکل کام ہے۔ لھذاء حصار کو کم از کم چوبیس گھنٹے میں ایک مرتبہ ضرور قائم کریں، یا جب بھی لگے کہ کسی قسم کی کوئی منفی قوت آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے ، اس وقت اس عمل کو کامل یقین کے ساتھ سر انجام دیں۔

حصار اور اسکی اقسام

عملیات کی کتب میں جابجا حصار اور اسکی اھمیت کا ذکر ہے لیکن یہ کہی نہیں لکھا کہ اسکی اقسام کیا ہیں اور کس کس کام آتی ہیں۔ جیسے کہ آپ تمام احباب جانتے ہیں کہ عالم اسفل و علوی میں کئی طرح کی نوری، ناری و خاکی مخلوقات موجود ہیں، اِن تمام کو ایک ہی قسم کے حصار سے روکنے کی کوشش کرنا نادانی اور کم علمی کا ثبوت ہے۔ مختلف آیاتِ قرانی و دیگر مقدس عبارات سے کئی قسم کے حصار مختلف قسم کی مخلوقات سے بچنے کے کام آتے ہیں۔ حصار کی چند اقسام جو میرئے استعمال میں رہیں وہ درج ذیل ہیں۔

١۔ نورانی حصار۔
٢۔ جناتی حصار۔
٣۔ ملکوتی حصار۔
۴۔ حصار آتشِ جھنم۔

ان میں سے ایک بھی حصار ایسا نہیں کہ جو کُل مخلوقات کے حملوں سے آپکی حفاظت کر سکے۔ دوسری بات یہ کہ ان میں سے بنایا ہر حصار اگر بدنی ھو تو مغرب کی اذان کے ھوتے ہی ٹوٹ جاتا ہے اسکی زیادہ سے زیادہ میعاد چوبیس گھنٹے ھوتی ہے۔ یعنی مغرب سے اگلے دن مغرب تک۔ دوران چلَہ کشی میں کسی بھی حصار کے قیام کے حق میں نہیں ھوں۔ یہ کہنا کہ کوئی مخلوق آ کر چند دقیقوں میں آپکی گردن کا منکا توڑ دئے گی قطعی ناممکن بات ہے۔ جو لوگ بھی ایسی باتیں کرتے یا لکھتے ہیں یقین کریں کہ میرئے نزدیک وہ علمی طور پر کتنے ہی معتبر کیوں نا ھوں عملی طور پر صفر ہیں۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل یا حضرت سلیمان علیہسلام کے زمانے میں کیا ھوتا تھا اس پر بحث نہیں ہے لیکن دورِ حاضر میں یہ ممکن نہیں، اسکی کیا وجوھات ہیں؟ یہ ایک تفصیل طلب مسئلہ ہے۔

میں نے مختلف کتب میں درج حصار کے مختلف طریقوں کو استعمال کر کے دیکھا تو اپنے گرد مزکورہ بالا ان چار قسم کے حصارات کو پایا جو کسی ایک قسم کی مخلوق کو روکتے اور دیگر کو قطعی انکے ھونے یا نا ھونے سے فرق نہیں پڑتا۔ ان حصارات کو کیسے قائم کیا جاتا ہے اور کونسا حصار کس کام آتا ہے اسکی تفصیل جلد ہی پوسٹ کرنے کی کوشش کرونگا۔

چہار عالم

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رح جو کہ مرید و خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی رح کے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین زکریا رح کے اوراد میں لکھا ہے کہ چار عالم یہ ہیں ۔ ناسوت ملکوت جبروت لاھوت ......
پھر ان کی شرح اسطرح فرمائی ۔ عالم ناسوت عالم حیوانات ہے ۔ اس کا فعل حواس خمسہ سے ہے جیسے کھانا پینا سونا سونگھنا دیکھنا سننا ۔ جب سالک ریاضت سے اس عالم سے گزر جاتا ہے تو عالم ملکوت کی راھ لیتا ہے یعنی عالم ملکوت میں چلا جاتا ہے ۔ یہ عالم عالم فرشتگان ہے اس کا فعل تسبیح تہلیل قیام رکوع اور سجود ہے ۔ جب اس عالم سے گزرتا ہے تو عالم جبروت میں چلا جاتا ہے عالم جبروت عالم روح ہے اس کا فعل صفات حمیدھ ہے جیسے ذوق شوق طلب وجد سکر صحو اور محو ۔ جب ان سے گزر جاتا ہے تو عالم لاھوت میں پہنچتا ہے جو بے نشان ہے اس وقت اپنے آپ سے قطع تعلق کرتا ہے اسی کو لامکان بھی کہتے ہیں یہاں پر نہ گفتگو ہے اور نہ جستجو ...... فرمان الہی ہے ان الی ر بک المنتھی ..
پھر فرمایا اے درویش ..! عالم ناسوت نفس کی صفت ہے ۔ عالم ملکوت ولی کی صفت ۔ عالم جبروت روح کی صفت ۔ اور عالم لاھوت رحمن یعنی اللہ کی صفت ہے ۔ ہر ایک میں اس کے مناسب حال و مقام ایک خاص صفت ہے ۔ نفس اس جہاں کی طرف مائل ہوتا ہے جو شیطان کا مقام ہے ۔ لیکن دل بہشت جاوداں کی طرف مائل ہوتا ہے روح رحما اور پوشیدھ اسرار کی طرف مائل ہوتی ہے ۔ جو نفس کی متابعت کرتا ہے وھ دوزخ میں جاتا ہے جو دل کا تابع ہوتا ہے وھ جنت حاصل کرتا ہے ۔ روح کی متابعت سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے ۔

(مفتاح العاشقین ۔ ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی ۔ مجلس ۳)

کشف میں گڑبڑ کیوں؟

انسان کتنا ہی باعمل اور دیندار کیوں نا ہو بعض اوقات انکھوں دیکھی بات کو سمجھنے میں غلطی کر بیٹھتا ہے یا اپنے انداز میں اسے سمجھتا ہے، ایسا معطیات حس کی فراھمی، حواسِ خمسہ سے متعلقہ اعضا کے تناقص یا شعور کے اوپر چڑھے مذھبی، ثقافتی اور ذاتی فلٹرز کے سبب ھوتا ہے۔ انسان گو اشرف المخلوقات ہے اسکے باوجود اکملیت کا دعوی دار نہیں یہ وصف صرف اور صرف انبیاء یا ائمہ علیہسلام کو حاصل ہوا کیونکہ دینِ حق کی ترسیل کے لئے ناقص وسیلے کا استعمال عوام الناس کو گمراھی میں مبتلا کر سکتا تھا، جو عدلِ الھی کے خلاف ہوتا، تمام انبیاء اور آئمہ کا معصوم ھونا دلیل ہے اس امر کی کہ ایک عام انسان کبھی بھی کامل نہیں ھو سکتا، لھذاء یہ ماننا پڑئے گا کہ اگر وسیلہ ناقص ھو تو پیغام خواہ صورتِ وحی ہی کیوں نا ہو، بگڑ یا بدل سکتا ہے، پس ثابت ھوا کہ جائز الخطا انسان کا کشف خواہ کسی بھی قسم کا ہو انسانی حواس اور اعضاء کے ذاتی تناقص کے سبب کبھی بھی صد فیصد درست نہیں ھو سکتا کیونکہ اگر برتن ٹیڑھا ہو تو پانی بھی اس برتن میں وہی صورت اختیار کر لے گا جو اس برتن کی ھو گی، تو قصور نا بادل کا ھو گا اور نا ہی بارش کا۔ کیونکہ غیر معصوم کا سو فیصد اکمل ھونا ممکن ہی نہیں اسی سبب کے تحت تمام تر وجدانی کیفیات کبھی بھی سو فیصد حقائق سے انسان کو روشناس نہیں کروا سکتیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ نقص جتنا کم ہو گا خبر اتنی ہی درست ھو گی۔ لھذاء علوم خفی کی کتب کا مصنف خواہ اپنے وقت کا کتنا ہی بڑا صوفی کیوں نا رہا ہو اسکی کتب کا اغلاط سے عاری ھونا نا ممکن ہے۔

کائناتی شعور

کائناتی شعور اللہ کا بنایا ہوا ایک ایسا ذھن ہے کہ جس میں قوانین قدرت کو سمو دیا گیا ہے، اسی کائناتی شعور کے تحت نظام کائنات چل رہا ہے۔ ہمارئے لاشعور درحقیقت اس ایک کائناتی شعور کا حصہ ہیں۔ کائناتی شعور اور انسانی لاشعور میں اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا سمندر میں اور سمندر ہی کے پانی کے ایک قطرئے میں، گویا اپنی اصل میں دونوں ایک ہی ہیں۔ جیسے کائناتی شعور اس کائنات کو چلانے کا ذمے دار ہے بلکل ویسے ہی ہمارا لاشعور انسان کے اندر موجود کائنات کو چلانے کا ذمے دار ہے۔ انسان بذات ایک کائنات سے کم نہیں لھذاء دونوں شعور یعنی انسانی و کائناتی میں ایک قدر مشترک ہے ، یعنی کائنات کو چلانا۔ یہ دونوں شعور نا صرف ایک دوسرئے سے مماثلت رکھتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مربوط بھی ہیں، تمام مخلوقات میں شعور مختلف حالتوں میں موجود ہے جو ایک کائناتی شعور سے جڑا ھونے کے سبب ایک ہی نظام کا حصہ ہے۔

انسانی لاشعور اس ایک نظام کا حصہ ہونے کے سبب قوت ارادی، ارتکاز اور قوت تخیل کی مدد سے کائناتی شعور کے اندر ایسے قوانین پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو انسانی شعور اور اجسام میں تغیرات پیدا کر سکتے ہیں، خواہ ان کا نتیجہ انسانی جسم پر اچھا ہو یا برا۔

کائنات کی حد (از قلم میر رمز)

"یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان"..سورہ رحمٰن..

اس آیہ مبارکہ میں واضح طور پہ کائنات کی حد بندی کر دی گئی ہے "اقطار السموات والارض" کہہ کر.. یعنی آسمانوں اور زمین میں سے ہر ایک کا قطر معین و متعین کر دیا گیا ہے..

ساتھ ہی ان اقطار سے برون کی نشاندہی بھی فرما دی کہ آسمانوں اور زمین (عالمِ کون اسی پہ مشتمل ہے) کی حدود سے باھر کوئی انسان و جن نہیں نکل سکتا..

سوائے اُس کے کہ جس کے ہمراہ "سلطان" ہے..

پس ثابت ہوا کہ کائنات کی حدود ہیں، جن سے باھر نکلنا ممکن ہے.. یہی حدود ماہرینِ کلام نے بھی تسلیم کی ہیں..

اب چونکہ علمِ کائنات و کونیات کے ماہرین نے بھی کائنات میں مسلسل وسعت کا مشاھدہ کیا ہے،

اس سے دو باتیں ثابت ہیں.. ایک تو کائنات کا متغیر ہونا جو کہ قطعی حادث کی صفت ہے..

اور دوسرا یہ امر ثابت ہوا کہ وسعت ایک امکان کی محتاج ہے.. عقلی اعتبار سے ثابت ہے کہ حجم و کمیت میں اضافہ مکان کی مناسبت سے ہی ممکن ہے.. لازم ہے کہ کائنات کی حدود سے باھر بھی کوئی امکان (بطورِ استعارہ) ہے..

ایسا ہی قرآن سے بھی ثابت ہے کہ حدودِ کائنات سے تجاوز ممکن ہے "سلطان" کی مدد سے.. تو لازم ہے کہ یہ تجاوز کسی اور امکان کی جانب ہوگا..

اب کائنات کی حدود سے باھر کوئی ایسا عالَم ضرور ہے جس میں کائنات کی امکانی وسعت وقوع پذیر ہو رہی ہے.. یہاں تک بیان ثابت ہو چکا ہے..

اس نہج پہ ماہرینِ کونیات کے ناطقے بند ہو جاتے ہیں..

لہذا یہاں لازم ہے کہ اُسی "سلطان" کی جانب رجوع کیا جائے جو حدودِ کون و مکان سے بغیر کسی تغیر کے ایک متغیر اور حادث بدن کو قدیم کے مظاھر تلک رسائی کروا سکتا ہے..

چونکہ یہاں سے اسرار کا آغاز ہے لہذا اسی پہ اکتفا کریں.. اس سے آگے کے بیان کے لیئے ابھی موزوں وقت نہیں. اور یہ جسارت شمار ہوسکتی ہے.....

کائنات کا ایک عظیم سر بستہ راز خواص کے لئے

کل کائنات اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت چل رہی ہے۔ وہ قوانین جو اس کائنات کے ظاہری نظام کو چلا رہے ہیں اور جو سائنس کی مدد سے دریافت کئے جا سکتے ہیں، قوانین فطرت کہلاتے ہیں۔ لیکن مخفی و روحانی دنیا کو چلانے کے لئے بھی کچھ قوانین موجود ھیں جو سائنس کی نظروں سے پوشیدہ ھیں اور نا ہی سائنس کی مدد سے انکا ادراک ممکن ہے۔ اور یہی وہ قوانین ہیں جو مادئے کی مختلف حالتوں کے ذمہ دار ھیں۔ ان قوانین کا علم کُل مخلوق کے اذھان پر مطلوبہ اثرات مرتب کرنے کی اھلیت رکھتا ہے۔ ان قوانین کا اطلاق ایتھر کی مختلف حالتوں اور ارتعاش پذیری سے منسلک ہے۔ یعنی ایتھر کی موجوں پر پیدا ہونے والے تغیرات دراصل ان قوانین کے نفاذ کی عِلّت ھیں۔ اور ایتھر کی کس حالت سے کُل عالمین اور اس میں سانس لینے والی ہر ظاھری اور باطنی مخلوق کے اذھان پر کس قسم کے اثرات مرتب ھونگے یہ اللہ کیطرف سے پہلے سے طے شدہ ہے بلکل ویسے جیسے آگ کا جلانا طے ہے۔

ایتھر میں تغیر پیدا کرنے کے لئے لازم ہے کہ عامل یا ساحر ایتھر کو حلال یا حرام طریقے سے اپنے لطیفہ قلب میں ذخیرہ کر سکے، اگر طریق شیطانی ھو گا تو ایتھر بھی کالا وارد ھو گا اور اگر طریق قرانی ھو گا تو ایتھر نوری وارد ھو گا۔ اسکے بعد عامل اپنے ذاتی ایتھر سے جو روز مرہ کے اوراد و اشغال یا شیاطین کی پوجا پاٹ سے حاصل شدہ ہوتا ہے اپنے ارادئے اور لاشعور کی کارگزاری سے منا میں تبدیل کر کے وارد شدہ ایتھر جو ممکن ہے کہ صدیوں پرانا عمل ھونے کے سبب پہلے سے مطلوبہ حالت میں موجود ھو، کو مزید مقصد کے موافق کرتا ہے اور اسکو واپس کائناتی شعور کیطرف لوٹا دیتا ہے۔ چنانچہ اگر ایتھر اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ جو کسی خاص قانون قدرت کے مطابق و موافق ہو تو اسکو اللہ کی رضا حاصل ھو جاتی ہے کیونکہ وہ پہلے سے طے شدہ امر ہوتا ہے لھذاء عالم مثال میں پہنچ کر وہ ایتھر کسی خاص قانون قدرت کو جاری کرتا ہے کہ جسکا اثر عالمین کی تمام تر مخلوق کے اذھان پر پڑتا ہے جس سے مطلوبہ واقعات حدث ھوتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کے وہ اسباب پیدا ھوتے ہیں جو مطلوبہ نتائج کی فراھمی کو یقینی بناتے ہیں۔

اھل کون؟

پولیس کا کام جرائم کو روکنا ہے اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے۔ پولیس کے محکمے میں بھرتی کے لئے ایک خاص طرح کے انسان کی ضرورت ہوتی ہے جو مختلف امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد بالآخر پولیس کی وردی اپنے رینک کے حساب سے زیب تن کر کے مجرموں کے خلاف میدان عمل میں اترتا ہے۔ ایسے شخص کو حکومت وقت اور پولیس کے محکمے کیطرف سے مکمل اختیار اور معاونت حاصل ھوتا ہے۔ اگر کوئی عام شخص اٹھ کر اچانک وہی کام شروع کر دئے جو ایک پولیس آفیسر کا ھوتا ہے تو پہلے تو علاقے کے بدمعاشوں سے اسکی دھنائی ھو گی اور اگر ان سے بچ گیا تو رہی سہی کسر تھانے میں جا کر پوری ھو گی۔

بس یہی حال عملیات اور عاملین کا ہے۔ شیاطین سے جنگ کے لئے امور تکوینی کے ناظمین کو خاص قسم کے لوگوں کی تلاش ھوتی ہے۔ اسکے لئے باقاعدہ پوسٹس کا اعلان ھوتا ہے اور امتحانات وغیرہ کے طویل مراحل سے گزرنے کے بعد سیلیکشن اور پھر تربیتی مراحل شروع ھوتے ہیں۔ پھر جا کر بندہ اس قابل ھوتا ہے کہ شیاطین سے نبرد آزما ھو سکے۔ تربیتی مراحل کے دوران چلہ کشی اور ذکر اذکار سے سالک کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ شیاطین کا مقابلہ کرنے کے قابل ھو ایسے شخص کو خیر کی قوتوں کی مکمل حمایت اور امداد حاصل ھوتی ہے اسکے مقابل وہ لوگ جو فیسبک سے یا کتب سے مختلف عمل پڑھکر کر فٹ سے چلہ کشی شروع کر دیتے ہیں پہلے تو شیاطین سے مار کھاتے ہیں اور اگر ان سے بچ جائیں تو خیر کی قوتوں کے زیر عتاب آ جاتے ہیں۔ اسی عمل کو رجعت کے نام سے جانا جاتا ہے۔

نفس مطمئنہ

لاشعور ایک ایسے باغ کی مانند ہے، جس میں وہی پھل اگتا ہے کہ جسکا بیج بویا گیا ہو۔ ہمارا شعور اس باغ میں مالی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مالی نا صرف باغ کی نشونما کا ذمہ دار ہے بلکہ باغ کی نگھبانی بھی اسی کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے۔ شعور ارادئے کے، ارادہ امر کے، امر ازن کے اور ازن نفس کہ زیرِ اطاعت ہے۔ تمام نفوس میں افضل ترین نفس، نفسِ مطمئنہ ہے جسکا قران میں تذکرہ ہے۔ یہی نفس اپنی اصل میں نفسِ اللہ ہے اور یہی نفس نفسِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔ پہلا بھی محمد ص ہے اور آخر بھی محمد ص ہے۔ اسی طریق سے اول بھی علی ع ہے اور آخر بھی علی ع ہے۔ صاحبِ امر ہی دراصل نفس اللہ ہے، ہر دور میں۔ پس جس جس نفس نے صاحبِ امر کو پہچان کر صحیح معنی میں اسکی اطاعت کی وہی صراطِ مستقیم پر ہے۔

مستحصلہ ناد علی ع

ہر وہ قاعدہ جس میں سطر مستحصلہ تک پہنچنے سے پہلے حروف کی دو مرتبہ تنصیف کی جاتی ہے اس میں مندرجہ ذیل حروف کے علاوہ جنکی تعداد چودہ ہے دیگر حروف آ ہی نہیں سکتے خاص کر جب نطق کے قانون میں پھر تنصیف واحد قانون ہو۔

ا ب ج د ہ ی ک ل م ن ق ر ش ت

ناد علی ع

بہت دنوں سے ناد علی علیہسلام کا عمل کرنا چاہ رہا تھا لیکن ہمت نا پڑ رہی تھی۔ کتب میں پڑھا تھا اور اساتذہ سے سنا تھا کہ انتہائی جلالی عمل ہے متعد گھروں میں آگ لگنے کے یا شدید رجعت کے واقعات سننے کو ملے ایک دن دل کڑا کر کہ بارگاہ امام علیہسلام سے اجازت طلب کی، جواب ہاں میں آیا۔ ساتھ ہی پورا طریقہ اور عمل کی تعداد نیم خوابی کی حالت میں القاء ہوئی۔

مناسب وقت کا انتظار کر کے بغیر حصار یا رجال الغیب کا خیال رکھے عمل شروع کر دیا۔ یقین تھا کہ اگر بچانے والا ذوالفقار کا مالک ہے تو سمت معنی نہیں رکھتی۔ شروع شروع میں زبان لڑکھڑاتی رہی اور عمل میں توجہ پیدا کرنا مشکل لگا لیکن آہستہ آہستہ شعور کی بپھری ہوئی موجوں میں سکون پیدا ہونا شروع ہو گیا اور عمل میں یکسوئی حاصل ہوئی اچانک احساس ہوا کہ کمرئے میں تنہا ہوتے ہوئے بھی کہی سے دو چمکدار آنکھیں مجھے گھور رہی ہیں۔ شروع شروع میں ادراک کے پردئے پر صرف دو شعلہ بار آنکھوں کا ظہور ہوا اور پھر منظر صاف ہونا شروع ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک انتہائی خوبصورت نوجوان سبز رنگ کے عسکری لباس میں زرہ بکتر اور فولادی خود پہنے، کمر پر پٹکہ لگائے اور ہاتھ میں ننگی تلوار لئے بیچینی سے کمرئے میں اِدھر اُدھر چہل قدمی کر رہا ہے۔ نوجوان کے چہرہ پُر نور پر اُلجھن اور جلال کی ملی جُلی کیفیت نظر آتی۔ میں لگاتار عمل کرتا رہا گو دل انجانے خوف سے بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ جیسے وقت آخر قریب ہے۔ بس اگر امید تھی تو مولی علیہسلام سے کہ انکی اجازت سے عمل شروع کیا ہے۔ جیسے جیسے عمل کی تعداد پوری ہوتی گئی نوجوان کہ چہرئے پر الجھن کی جگہ غضب کے آثار نمایاں ہوتے گئے حتی کہ اس نے اپنی تلوار کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سر سے بلند کیا اور زخمی شیر کیطرح میری طرف چھلانگ لگائی۔

قریب تھا کہ اسکا وار میرئے جسم کے دو ٹکڑئے کر دیتا اور نتیجتاً میں کسی بھیانک رجعت کا شکار ہو جاتا کہ اچانک میری دائیں طرف سے ایک اور نوجوان سبز کپڑئے زیب تن کئے نمودار ہوا۔ جسکا چہرہ میں نا دیکھ سکا کیونکہ میری جانب پشت تھی۔ نوجوان نے اپنے ہاتھ کہ اشارئے سے تلوار کے وار کو روکا جسے دیکھتے ہی حملہ آور ساکت ہو گیا۔ اور روکنے والے نے کہا اسے کچھ مت کہو اسےاجازت مل چکی ہے۔

یہ واقع پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے بہت میسجز اور ایمیلز ناد علی ع کے عمل کی بابت ملے ہیں۔ اتنا کہونگاکہ میں اس قابل نہیں کہ اس عمل کی اجازت کسی کو دئے سکوں۔ یہ انتہائی جلالی عمل ہے اور اسکی رجعت سے آپکو مولی ع کے علاوہ کوئی اور نہیں بچا سکتا لھذاء اس علم کو ھرگز ھرگز کسی عامل سے اجازت لے کر بھی مت کریں۔

موکل سے کام کیسے لیا جائے؟

موکل سے کام لینے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ سوال مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے۔ موکل سے کام کیسے لینگے جب اپ نا اس سے بات کر سکتے ہیں، نا دیکھ سکتے ہیں اور نا ہی اُسے سن سکتے ہیں۔ یہ صلاحیت حاصل کرنے کے لئے باطنی طور پر بیدار ھونا لازم ہے۔ جسے چھٹی حس کی بیداری بھی کہا جاتا ہے۔ اسکے بیدار ھونے کے بعد کچھ لوگ موکلات کو دیکھتے ہیں کچھ سنتے ہیں، کچھ ان سے بات کرنے کے لئے دیگر ذرائع سے کام لیتے ہیں۔ جیسے بلور بینی، علم نقوش، ٹیلیپیتھی، حاضرات، پنڈولم ڈاوزنگ، میڈئیم شپ، مسمریزم، علم جفر آثار وغیرہ وغیرہ۔ جب تک ان میں سے کسی ایک میں مہارت حاصل نا ھو جائے انسان مکمل طور پر اس قابل نہیں ھوتا کہ موکلین سے کام لے سکے۔ گو موکلین باطنی طور پر کچھ نا کچھ معاونت کرتے رہتے ہیں لیکن براہ راست ربط اور گفتگو نا ھونے کے سبب امور میں کامیابی ذرا مشکل ھوتی ہے۔ پھر بات یہاں ختم نہیں ھوتی۔ باطنی بیداری کے بعد سب سے بڑا مسئلہ یہ پیدا ھوتا ہے کہ دنیا جہان کے شیاطین عامل پر وارد ھونا شروع ھو جاتے ہیں اور اصل موکلین تک رسائی بھت مشکل کر دیتے ہیں۔ یہ شیاطین اور جنات وغیرہ طرح طرح کے بھیس بدل کر مختلف ہتھکنڈوں سے عامل کو بیوقوف بناتے ہیں اور اسے راہ راست سے بھٹکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے نیجتاً عامل شیاطین کا آلہ کار بن جاتا ہے جو بظاہر ملائک اور نیک ارواح کے بھیس میں خود کو متعارف کرواتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ معصومین علیہسلام تک کا نام استعمال کیا جاتا ہے۔ انکے اشرار سے بچنے کے لئے عامل کا فقہ اور علم حدیث، خاص کر وہ جو معصومین علیہسلام سے مروی ہے، میں کافی مطالعہ ھونا چاہئے تاکہ وہ حق و باطل میں تمیز کر سکے ورنہ

اسکا بھٹک جانا لازم ہے۔ میں کئی ایسے احباب کو جانتا ہوں کے جو حجابات اُٹھ جانے کے باوجود شیاطین کے آلہ کار بن کر رہ گئے ہیں۔

مجھے اعتراف ہے کہ شروع شروع میں میرئے ساتھ بھی کچھ ایسا معاملہ پیش آیا جس میں میں دھوکہ کھا گیا تاہم مسلسل مشق اور اقوالِ معصومین علیہسلام کی روشنی میں مجھے حق و باطل کی پہچان ھو ہی گئی آج بھی شیاطین بھیس بدل کر مجھے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن الحمدللہ مولی علی ع کی نظر کرم کے بدولت اب یہ ممکن نہیں ہے۔ تاہم اسکے لئے مجھے کٹھن ریاضتوں اور تجربات سے گزرنا پڑا۔

آخر میں بس اتنا کہونگا کہ یہ سفر آسان نہیں ہے۔ اور نا ہی ہر کسی کے لئے مناسب ہے۔ خاص کر خواتین کو ان علوم سے دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ مردوں کی نسبت یہ آسانی سے شیاطین کے بہکاوئے میں آ جاتی ہیں۔

مغربی اقوام اور روحانی علوم

آج یہ بات روزِ روشن کیطرح عیاں ہے کہ مغربی دنیا تمام تر مادّی علوم میں مشرقی ممالک سے سبقت لے چکی ہے۔ ہمارئے اسلاف کی علمی خدمات کو یاد کرنے یا سراھنے سے ہماری علمی کوتاہیوں اور نالائقی پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔ لھذاء اسلاف کی وکالت نا کی جائے۔ انھوں نے جو کیا اسکا فائدہ ہم نے نہیں بلکہ اغیار نے اُٹھایا جسکی تمام تر ذمہ داری ہمکو ہی قبول کرنی چاہئے اور یہی حق بات ہے۔ تو یہ بات تو ھو گئی مادی علوم کی، اب آ جائیں روحانی علوم کیطرف۔ تو روحانیت دراصل تمام دیگر مادی علوم ہی کی طرح ایک علم ہے جو سیکھنے سے حاصل ھوتا ہے۔ دیگر سائنسی علوم ہی کی مانند تجربات اور مشاھدات کی کسوٹی پر پرکھا، سمجھا اور ترویج کیا جاتا ہے۔ تمام دیگر مادی علوم ہی کیطرح روحانیت کا درست یا غلط استعمال اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ عامل طاغوتی قوتوں کا غلام ہے یا راہ حق کا مسافر۔

اکثر ماورائی علوم پر تنقید کرنے والے پڑھے لکھے جاہل یہ اعتراض کرتے نظر آتے ہیں کہ اگر یہ علوم موجود ہیں تو آج کشمیر آزاد کیوں نہیں، فلسطین میں اسرائیلی افواج نے قتل و خون کا بازار کیوں لگا رکھا ہے وغیرہ تو بھائیوں یہ تمام تر مسائل اور عالم اسلام کی خستہ حالی ہی تو اِن علوم کے برحق ھونے کا ثبوت ہے۔ مغربی اقوام جیسے دیگر مادی علوم میں ہم سے صدیوں آگے بڑھ چکی ہیں ویسے ہی روحانی علوم میں

بھت آگے جا چکی ہیں۔ عالم اسلام میں بپا ان تمام تر مشکلات کے پیچھے دیگر قوتوں کے علاوہ ایک بھت بڑا ہاتھ ان طاغوتی روحانی نوعیت کی قوتوں کا بھی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارئے ہاں یہ علوم سڑک چھاپ اور انپڑھ لوگوں کے ہاتھ لگ کر دو کوڑی کے ھو گئے اور تحقیق "محبوب آپکے قدموں میں" تک محدود ہو کر رہ گئی جبکہ مغربی ممالک نے ان روحانی اور سائنسی علوم کے امتزاج سے علوم کی ایسی نئی شاخیں ایجاد کر لیں کے جسکی مدد سے پوری دنیا کہ انسانوں کے دل و دماغ پر قابض ھو گئے۔ ان ہی قوتوں کی مدد سے تمام باثر ممالک کے سربراہان اور جرنیلوں کو کٹھپتلیوں کیطرح نچایا جاتا رہا ہے اور یہ کھیل آج سے نہیں بلکہ گزشتہ کئی دہائیوں سے جاری ہے۔ اج کیوں کہ ہم دیگر تمام علوم کیطرح ان ماورائی علوم سے بھی کوئی خاطر خواہ فائدہ نا اٹھا سکے لھذاء اکثریت نے اسے سرئے سے رد کر دیا اور باقیوں نے اسے ایک مشغلے اور تفریح کے طور پر دیکھا اور اپنایا۔

معجزہ

معجزہ درحقیقت علل و اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ اس میں حقیقی یا غیر حقیقی کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ قوانینِ قدرت علل و اسباب کے تحت استدراجی طریق پر عوامل کو حدث کرتے ہیں۔ جبکہ معجزہ کہتے ہی اسے ہیں جو قوانین قدرت کے برخلاف کام کرئے۔

حضرت ابراہیم ع کے لئے آگ کا گلزار ھو جانا قانونِ قدرت کے برخلاف عمل تھا کیونکہ جلنے کا عمل معلول ہے اور اگ اسکا سبب یا عِلّت، لیکن آگ کا حضرت ابراھیم ع کو نا جلانا بسبب حقیقی علل و اسباب نا تھا بلکہ قوانینِ قدرت کے برخلاف عمل تھا اسی لئے معجزہ قرار پایا۔

سائنس اور اسلام دو الگ حقیقتیں نہیں ہیں۔ قوانین قدرت کو سمجھ کر ان پر تصرفات حاصل کرنے کے علم کو سائنس کہا جاتا ہے۔ جب کوئی تحقیق غلط ثابت ھوتی ہے تو قصور علم کا نہیں بلکہ طالب علم کا ھوتا ہے۔

علی ع حق کے ساتھ ہیں اور حق علی ع کے ساتھ۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں علم کا شہر ہوں اور علی ع اسکا دروازہ۔

فرمایا،

میں تمھارئے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک کتاب اور دوسری میری اھلیبیت ع۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

گویا رسول اللہ ص تک پہنچنا بغیر علی ع کے وسیلے کے ممکن نہیں اسی طرح اللہ تک پہنچنا ممکن نہیں جبتک انسان رسول اللہ ص کی ذات اقدس تک رسائی حاصل نا کر لی جائے۔ خواہ طریقہ کچھ بھی ہو۔ اگر ولایتِ علی ع سے عاری ہے، شیطان کا راستہ ہے۔ کیونکہ کربلا کے وقت نماز اسطرف بھی تھی اور نماز اس طرف بھی۔ مولی علی ع اور دیگر آئمہ اطہار ع کو شہید کرنے والے تمام لعین بظاھر مسلمان تھے اور نا صرف مسلمان بلکہ اپنے اپنے وقت کے نام چین مسلمان حاکم تھے۔ جو نماز بھی پڑھتے تھے اور دیگر اعمالِ شرعی کو بھی کسی نا کسی حد تک پورا کرتے تھے۔ اور اپنے تئیں مرشد کامل کہلاتے تھے۔

بیشک اللہ تک رسائی بغیر مرشد کامل کے وسیلے کے ممکن نہیں مگر بدقسمتی سے تصوف میں مرشد کامل کی جو تعریف لوگوں کو بتائی گئی ہے وہ ناقص ہے۔ جائز الخطا اور غیر معصوم کا کامل ھونا ہر طور ناممکنات میں سے ہے۔ پھر چاہے وہ کتنا بڑا صوفی کیوں نا رہا ہو آپکو معرفتِ الھی سے روشناس نہیں کروا سکتا۔ مراقبہ اور خاص کر اسم ذات اللہ کا مراقبہ اللہ تک رسائی کا سبب بن ہی نہیں سکتا جبتک انسان کو اپنے وقت کے امام ع کی معرفت حاصل نا ھو جائے۔ درحقیقت انسان کی اللہ تک رسائی ممکن ہی نہیں حتی کے انبیاء کو بھی جب جب کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا کسی معصوم نے ہی آکر انکی راھنمائی فرمائی۔ پھر چاہے وہ کوئی فرشتہ ھو یا وقت کا امام۔ ایک بات ذھن نشین کر لینی چاہئے کہ اللہ کبھی بھی اس فانی دنیا کو اپنے ھادی سے محروم نہیں رکھتا، یا تو وقت کا نبی ع موجود رہتا ہے یا پھر اسکا نائب جو وقت کا امام ھوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ امام آخر ع کو قیامت تک کے لئے اللہ نے پردہ غیبت میں

رکھ لیا کیونکہ آپ اللہ کی آخری نشانی ہیں آپکے بعد نا تو کوئی نبی آئے گا اور نا ہی کوئی امام۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ھوتا ہے کہ وقت کام امام ع غیبت میں رھتے ہوئے ھدایت کا عمل جاری رکھے ھوئے ہے یا نہیں؟ جو لوگ امام وقت کو غائیب سمجھکر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسکی ھدایت سے محروم ہیں وہ اللہ کی دائمی غیبت کے باوجود اسکی بیشمار رحمتوں اور لامتناھی قدرت کے انکار کا مرتکب بنتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام وقت ع کہ ھوتے انسان اللہ تک رسائی کے لئے کسی بھی جائز الخطا انسان کو مرشد کامل سمجھکر اسکی اطاعت شروع کر دئے۔ کیونکہ امام پردہ غیبت میں ھونے کے باوجود اپنی امت کی اصلاح کا ذمہ دار ھوتا ہے، نفس لوامہ جسکا تعلق ھدایت سے ہے اسوقت تک انسان کو ملامت کر ہی نہیں سکتا کہ جبتک امام وقت ع کیطرف سے ھدایت کی توفیق کا اجراء نا ھو۔ ہر وہ عبادت جو انسان کو امام وقت ع سے غافل کر دئے میرئے نزدیک کفر ہے کیونکہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق ع کے ساتھ۔ پس جہاں علی ع یا علی ع جیسا نا ھو حق ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ پہلا بھی علی ع ہے اور آخر بھی علی۔

وہ تصوف اور وہ شیخ جو سالک کو امام وقت ع سے غافل کر دئے، شیطان کا راستہ تو ھو سکتا ہے ایمان کا نہیں۔ کیونکہ جتنا قریب شیطان اللہ کے رہا تھا اج کے مُلاّ کے لئے ھونا ممکن نہیں۔ اور وہ لعین بنا ہی اس لئے کہ جب اس نے خلیفہ اللہ کا انکار کیا۔ اللہ اللہ کرنے سے اللہ مل جاتا تو شیطان سے ذیادہ اللہ اللہ کس نے کیا جو سجدئے میں جاتا تو ھزار سال سر نا اٹھتا۔ ہمارا دس منٹ کا مراقبہ ہمیں اللہ سے ملا دئے گا کھلی جھالت ہے۔

مراقبہ اور عبادت میں فرق ہے

مراقبہ انسان کا اپنی خودی (self) یا ذات میں گہرائی کی طرف ایک سفر ہے جس سے انسان اپنے اندر (باطن) میں اپنا اصلی گھر (awareness of self) یا فکر و سوچ کا ایک خاص مقام تلاش کر سکتا ہے۔ مراقبہ چونکہ ذہن کی ایک نفسیاتی کیفیت ہے اور اس کا انسانی شعور (consciousness) سے گہرا اور براہ راست تعلق ہوتا ہے، اس لئے کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق اور تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ ہونے کی مراقبہ میں کوئی قید نہیں ہے گویا مراقبہ سب کے لئے ایک جیسا فکری عمل ہے۔ مراقبہ ، مراقب (شخصیت) کی توجہ اس کے باطن (ماحول کے اثرات سے دور یکسوئی) کی طرف لے جانے کا موجب بنتا ہے اور اس طرح یکسوئی سے کی جانے والی فکر کے دوران انسان کی توجہ چونکہ مختلف خیالات میں بکھرے اور بھٹکے ہوئے شعور (conscious) سے الگ ہوکر کسی ایک بات پر یکسوئی سے مرتکز

ہو جاتی ہے لہٰذا ذہنی و نفسیاتی طور پر انسان ایک قسم کی حالتِ سکون پہ مقیم ہو جاتا ہے۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مراقبے سے انسان کی توجہ؛ مختلف خیالات میں منتشر شعور (مجازی مراکز) کے بجائے کسی ایک فکر پر مرتکز شعور (حقیقی مرکز) سے مربوط ہو جاتی ہے ۔ اگر تمام دنیاوی خیالات سے الگ ہوکر محض عبادت پر توجہ کی جائے تو عبادت میں خشوع و خضوع حاصل ہوتا ہے جس سے انسان مادی تصورات سے جدا ہوکر دینی علم میں اضافہ کر سکتا ہے اور کم از کم اسلام میں اسے خاص طور پر مراقبہ کے نام سے تعبیر نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ دنیاوی خیالات سے دور رہ کر خود کو اللہ کے سپرد (عبادت میں مشغول) کر دینے کی کیفیت ہے ، عبادت میں طاری اس ذہنی کیفیت کو لغتی معنوں مراقبہ ہی کہیں گے لیکن اسلام میں مراقبہ (اپنے رائج تصور میں) نا تو عبادت کا حصہ ہے اور نا ہی عبادت کے لئے لازم ہے۔ اس کے برعکس ایسے مذاہب بھی ہیں کہ جن میں مراقبہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے ، جیسے بدھ مت اور ہندو مت وغیرہ۔

مراقبہ اور عبادت میں فرق پر بات کرنے سے پہلے یہ بات قابل توجہ ہے کہ عبادت سے مراد کس مذہب سے ہے؟ اگر یہاں مراقبہ سے مراد تمام مذاہب سے ہے تو پھر اس موضوع پر الگ الگ ہر مذہب کی عبادت سے مراقبے کا موازنہ لازم آتا ہے۔ لیکن پھر ایسی صورت میں اسے ---- عبادت اور مراقبہ میں فرق ---- کے بجائے ---- عبادت اور تعمق میں فرق ---- کہنا زیادہ موزوں ہوگا اور اس کی منطقی وجہ یہ ہے کہ مراقبہ (muraqibah) اپنی اصل میں اسلامی پس منظر رکھتا ہے اور مراقبہ اور عبادت میں فرق کی عبارت استعمال کی جاۓ تو اس سے ذہن میں مراقبہ اور نماز کا فرق ہی آتا ہے جبکہ meditation چونکہ ہر مذہب میں استعمال ہونے والا ایک تصور ہے (گو اس کے ہر زبان میں الگ الگ نام ہیں) اور عربی ، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں اس کے لئےمراقبے کے ساتھ ساتھ تُعمِّق کا لفظ لغات میں آتا ہے ، لغات میں مراقبے کو استبصار بھی کہا جاتا ہے لیکن یہ اپنے معنوں میں enlightenment سے زیادہ قریب ہے۔

عبادات میں اللہ سے بات کی جاتی ہے اور اپنا رابطہ ازل سے جوڑا جاتا ہے مگر مراقبہ میں اپنے باطن کی ا تھا ہ گہرائیوں میں جا کر اپنے اللہ کو سنا جاتا ہے اور کائنات کی حقیقت سے نا صرف شناسا ہوا جاتا ہے بلکہ مشاہدۂ قدرت بھی کیا جاتا ہے۔ مراقبہ کا نصب العین (مقصد)صرف اور صرف آپ کے جسم، جذبات ،اور ذہن کو یکجا کرنا ہے اور اس اعلی درجے کی یکسوئی کا مقصد صرف اپنے باطن میں موجزن آگہی کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہونا ہے یہیں سے کشف و وجدان کے دھارے پھوٹتے ہیں ۔ اسطرح ایک انسان کا رابطہ کائنات کی اصل سے جڑ جاتا ہے اور علم...

مخفی علوم اور مسلمان علماء

ہم مسلمانوں کا المیہ یہ رہا کہ علمی بات کرتے وقت کوشش یہ نہیں ہوتی کہ مدعا قاری کی سمجھ میں آ جائے، تمام تر زورِ قلم اس بات پر صرف کیا جاتا ہے کہ سیدھی اور سھل بات کو بھی اسقدر دقیق اور مبھم انداز میں رقم کیا جائے کے اربابِ ذوق پر راقم الحروف کی علمی دھاک بھی بیٹھ جائے اور پڑھنے والے کے کچھ پلے بھی نا پڑئے، یعنی گوہرِ مقصود نایاب ہی رہے عام نا ہونے پائے۔

یہی وجہ رہی کہ تمام علومِ خفی رفتہ رفتہ علوم ظنی میں تبدیل ھوتے چلے گئے کیونکہ پڑھنے والے نے اپنی سمجھ کیمطابق نتائج برامد کر کے علوم کی شرح کی اور دورِ حاضر کی کتب محض اغلاط، ظنیات اور مبالغاط کا مجموعہ بن کر رہ گئیں۔ ایسی صورت میں مجھ جیسے طالبِ علم حضرات کے پاس اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا کہ ہم اغیار کی کتب اور علوم کیطرف متوجہ ہوں، گو ان علوم کا منبع بھی وہی عربی و فارسی کتب رہیں کہ جنکی نقالی کر کے پاکستان میں کئی گمنام ھستیاں نامور قرار پائیں۔ یہاں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ متعد کتب سے عرق ریزی کر کے حقائق اور دقائق کی شرح کو ایک جگہ کتاب کی صورت میں پیش کرنا ھرگز ھرگز نقالی کے زمرئے میں نہیں آتا بشرطیکہ کسی کی تحقیق کو اپنے نام سے شائع نا کیا جائے اور حقدار کو اسکا حق دیا جائے، البتہ کسی کتاب کا حرف بحرف ترجمہ کر کے وہ بھی بغیر تحقیق اور تدبر کے، ایک بھونڈی حرکت کے سوا کچھ نہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان میں علوم کی تباہی کا سبب نام نہاد مصنفین کا یہی چال چلن رہا۔

مخفی اولیا کی تعداد

اولیاء اللہ میں سے چار ہزار تو وہ ہیں جو پوشیدہ رہتے ہیں -
وہ نہ تو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں ، اور نہ اپنے حال کی خوبی و جمال کو جانتے ہیں -
ان کی حالت خود اپنے سے اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہے -
اولیا کی مختلف جماعتیں !
جو اولیا حق تعالیٰ کی بار گاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں ، ان کی تعداد تین سو ہے -
ان کو اخیار کہا جاتا ہے -
اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال -
اور سات وہ ہیں جن کو ابرار -...

اور چار وہ ہیں جن کو اوتاد -
اور تین وہ ہیں جن کو نقباء
اور ایک وہ ہے جسے قطب اور غوث کہا جاتا ہے -
یہ اولیاء وہ ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور امور وہ معاملات میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں -
اس پر مروی صحیح حدیثیں ناطق ہیں -
از داتا گنج بخش کشف المحجوب صفحہ ۳٦۱

اهل یہود

لوگوں کا خیال ہے کہ اهل یہود روحانی قوتوں کے ذریعے سے پوری دنیا پر چھائے ہوئے ھیں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ روحانیت اور شیطانیت میں بھت فرق ہے۔ شیطان کے پیروکار خواہ وہ کسی بھی مذھب سے تعلق کیوں نا رکھتے ہوں، روحانیت نہیں بلکہ شیطانیت کے علمبردار ھیں۔

یہودی جو دراصل اللہ کے نہیں بلکہ شیطان لعین کے بچاری ھیں انکا خیال یہ ہے کہ شیطان اور اللہ کے درمیان ایک ختم ھونے والی جنگ جاری ہے اور نعوذباللہ اللہ اس جنگ میں ہار گیا تو شیطان ھمیشہ کے لئے اس کائنات کا مالک و مختار بن جائے گا۔ دجال جو دراصل شیطان کا بیٹا ہے، یہودی اسی کے انتظار میں ھیں۔ اهل یہود میں شیطان کے سب سے بڑئے پچاری سفلی علوم کے ذریعے شیطان سے براہ راست احکام وصول کرتے ھیں اور من و عن انکی تعمیل کرتے ھیں۔ جیسے اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے ایک مذھب اور ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے ویسے ہی جنات کے لئے بھی شریعت کے کچھ قوانین اور حدود وضع کی ھیں۔ مثال کے طور پر جیسے جھوٹ بولنا انسانوں کے لئے گناہ ہے ویسے ہی جنات کے لئے بھی گناہ ہے۔ جیسے کسی انسان کو کسی دوسری مخلوق پر ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے ویسے ہی جنات کو بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اللہ کی دیگر مخلوقات بشمول انسانوں کے کسی بھی قسم کا جسمانی، مالی یا روحانی نقصان پہنچائیں۔ جنات میں بھی انسانوں کیطرح نیک اور خبیث جنات ھوتے ھیں، نیک مسلمان جنات اللہ کے بنائے ہوئے شرعی قوانین کی پاسداری کرتے ھیں جبکہ شیاطین جنات شیطان کو خوش کرنے کے لئے تمام حدود سے تجاوز کر جاتے ھیں۔ یہودی روحانی نہیں بلکہ شیطانی علوم کے حامل ھیں انکے معاون جنات اور ساحر جنات شیطان کے مقربین میں سے ھیں انکے لئے نا تو کسی شرعی قانون کی کوئی حیثیت ہے اور نا ہی اچھے برئے کی تمیز یہ شیطان کی خوشنودی کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ھیں۔ انکے برعکس مسلمان جنات ان تمام

شرعی قوانین کے پابند ھیں جو اللہ اور اسکے رسول ص کیطرف سے ان پر نافذ کئے گئے ھیں۔ مثلاً جنات پر اللہ کیطرف سے یہ پابندی ہے کہ وہ کسی بھی انسان کی ذاتی نجی (پرائیویٹ) زندگی پر نظر نا رکھیں۔ ایک مثال سے سمجھیں کہ اگر آپکے پاس سلیمانی ٹوپی آ جائے کہ جسے پہن کر آپ غائیب ھو جائیں تو اپ کسی بھی مرد یا عورت کو اسکے فطری لباس میں دیکھ سکتے ھیں۔ تو کیا یہ آپکے لئے جائز ھو گا؟ نہیں ھو گا۔ لیکن جو انسان خوف خدا سے عاری ھو گا وہ اس بات کی پراوہ نہیں کرئے گا اور کسی بھی حد سے تجاوز کر جائے گا۔ لیکن اگر یہی قوت کسی نیک انسان کے پاس آ جائے گی تو وہ غائیب رہ کر بھی اپنی نظر کی حفاظت کرئے گا۔ بس یہی مسئلہ جنات کا ہے۔ اھل یہود کے معاون شیاطین جنات ھیں، جو کچھ بھی کر سکتے ھیں۔ انکے برعکس روحانی علوم کے تابع نیک جنات اور ارواح ھیں جو عامل کے صرف شرعی احکامات پر ہی عمل کرتے ھیں۔ مثلاً اگر میں عرفان جن (ایک مسلمان جن) کو کہوں کے جا کر دیکھو کہ اسوقت فلاں شخص کیا کر رہا ہے تو وہ ایسا کرنے سے صاف انکار کر دئے گا کیونکہ اللہ کیطرف سے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ عرفان جن کبھی کسی لڑکی کو کسی مرد کے لئے دیوانہ نہیں بنائے گا، وہ کبھی کسی عورت کو طلاق نہیں دلوائے گا اور نا ہی کسی پر کوئی بیماری مسلط کرئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ روحانی عاملین اپنے جنات سے اسطرح کے کام نہیں لے سکتے جیسے یہودی یا شیطان کے دیگر پیروکار لیتے ھیں، پھر خواہ انکا تعلق کسی بھی مذھب سے ھو۔

انسان

انسان اپنی اصل میں "مجموعہ" ہے جسمانی، سماوی، عقلی اور روحانی اجسام کا۔ اگرچہ یہ تمام اجسام بذات جداگانہi حیثیت کے مالک ہیں تاہم انکا مرکب خاص جب بوسیلہ امر، عرفان کی ایک اعلی ترین حالت کو پا لیتا ہے تو اس تمسک کے طفیل انسان کہلانے کا حقدار قرار پاتا ہے۔

انسان ایک وسیع الاطراف مجموعہ ہے جسمانی، آسمانی(سماوی)، عقلی اور منوّر اجسام کا۔ جسمانی بدن انسانی وجود کا سطحی ترین پہلو ہوتا ہے۔ اعلٰی اور غیر مرئی(مخفی) اجسام انسان کی مقاماتِ اعلٰی تک رسائی کو ممکن بناتے ہیں۔ سالک اپنی توجّہ اور عمل کے بقدر اپنے پیر اور استاد کی تعلیمات پر، جن میں نماز و روزہ، تمرکز(مراقبہ) اور ذکر وغیرہ شامل ہیں، عمل کر کے قلب اور روح کی اندرونی دنیاؤں میں داخل ہونے کے قابل بن جاتا ہے اور جان کے مخفی جہان میں سیر و سلوک شروع ہوجاتا ہے۔...

طبعی جسم سے ماورا پہلی تہہ، جس سے سالک آشنا ہوتا ہے، سماوی یا ایتھری جسم ہے جو بدنِ جسمانی یا عنصری کے لیے روحانی قالب ہے۔ اِس روحانی بدن میں ایک روحانی قلب ہے، جو جسمانی قلب کے پیچھے پوشیدہ ہے۔ اِسے تصوّف کی زبان میں قلبِ سِرّی یا قلبِ مخفی کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ براہِ راست وجود کی شفابخش قدرتوں سے متّصل ہوتا ہے۔ روحانی قلب ایک روحانی قوّت پیدا کرتا ہے، جو ایک قالب کی تشکیل کا باعث بن جاتی ہے اور جسمانی بدن کا احاطہ کرتی ہے۔ ایتھری یا سماوی بدن آشکار اور قابلِ لمس محیطِ سے موافقت رکھتا ہے۔ یہ قالب جسم میں برقی رَو کے بہاو کا سرچشمہ قرار پاتا ہے، جو قلبِ روحانی سے قلبِ جسمانی میں منتقل ہوتی ہے۔ قلب سے اِس قوّت کا خاتمہ اُس کی دھڑکن بند ہو جانے کا سبب بنتا ہے۔ روح کے بدن سے جدا ہونے کے دو سے تین دن کے اندر ایتھری جسم غائب ہوجاتا ہے۔

دوسرا جسم: مثالی جسم ہے، اِسے نجمی یا ملکوتی جسم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جسم بہت لطیف اور سماوی جسم سے بالا واقع ہے۔ اِس کی ابتدا آسمانی ملکوتی عالم میں ہوتی ہے اور یہ عالمِ ناسوت (روحانی دنیا) سے رابطے میں ہے۔

تیسرا جسم: عقلی جسم ہے۔ یہ جسم بنیادی طور پر شفّاف، نورانی اور جسمِ مثالی سے لطیف تر ہے اور انسان کے عقلی و فکری ارتقا کے درجۂ تکمیل کی علامت ہے۔ عالمِ جبروت اور جسمِ عقلی کی کیفیت کے بیان میں اشارہ ہوچکا ہے کہ انبیا، عرفا و اولیا، صاحبانِ فضائل اور سالکانِ راہِ معرفت کی ارواح اپنے حاصل کیے ہوئے کمالات و ہدایات کو رُوے زمیں کے نفوس میں الہام کرتے ہیں اور تازہ وارد ارواح کی دست گیری کے لیے اِس دنیا کے اوپر اور نیچے کے طبقات میں اپنے فرائض کی ذمّے داری سنبھال لیتے ہیں۔ اِن پاک سرشت رہنماؤں اور مربّیوں کا حقیقی مسکن عالمِ جبروت میں ہے اور اُسی جگہ سے وہ فضیلت و حقیقت کے طالبان اور سائنس، فلسفے، معرفت، اور فنونِ لطیفہ کے سالکان کے باطن میں فیوض کے انوار، نورانی و عرفانی افکار اور الٰہی نظریوں کو الہام کرتے ہیں۔

جسمِ چہارم: نورانی جسم ہے، جسے بعض اوقات 'ہا لۂ آتشی' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ عالمِ لاہوت میں نفسِ ناطقہ اِسی جسم کے ذریعے عروج کرتا ہے، اور چوں کہ انسانی نفس عاوِ ہمّتی، بے حد صبر اور تدریجی تکمیل سے اِس مقام تک پہنچ پاتا ہے؛ یہ مقام ہر بے ہمّت و بے حوصلہ ہوسناک کو میسّر نہیں ہو سکتا۔ نفوسِ ناطقہ مخلوق کی خدمت اور ہدایت کے ہر درجے پر فداکاری کے ساتھ اپنے ہدف کو پا لینے کے لیے جس قدر خواہشمند ہوتے ہیں، اُسی نسبت سے اُن کے عقلی جسم کے اطراف میں چاند کے ہالے کی مانند نور کا ایک پردہ تشکیل پاتا ہے۔ یہ وہی نورانی ہالہ ہے جو انبیا و ائمّہ کے سروں کے گرد و پیش موجود رہا ہے۔

ہر حقیقی تعلیمی نظام کا مقصد جہالت کو دور کرنا ہے۔ تصوّف کے اصول، جو اسلام کے بنیادی اصول ہیں، دراصل ان ہدایات کا مجموعہ ہیں، جو کسی سالک کو خودشناسی اور حقیقت کی دریافت میں بھرپور مدد فراہم کرتے ہیں، اور نتیجتاً اُسے آزادی، استحکام اور علم و دانش کی دولت عطا کر دیتے ہیں۔ یہ وہ نتائج ہیں جو محض اندھی تقلید، مذہبی رسومات، توہّم، یا اُن نصیحتوں سے نہیں حاصل کیے جا سکتے ہیں جو ہمیں اپنے معاشرے، تہذیب اور آبا و اجداد سے ملی ہوں۔

شعور، لاشعور اور تحت الشعور

انسانی دماغ کے تین مختلف افعال ہیں۔ شعور ظاہری اور لاشعور باطنی فعل ہے۔ شعور کی مثال کمپیوٹر سی پی یو کی ہے جو معلومات کو پروسیس کرتا ہے۔ لیکن معلومات کو سٹور نہیں کر سکتا یعنی اس میں معلومات کا ذخیرہ وقتی طور پر ھوتا ہے۔ لاشعور معلومات کو پروسس بھی کرتا ہے اور سٹور بھی کرتا ہے۔ جبکہ تحت الشعور صرف اور صرف معلومات کو سٹور کرتا ہے۔

اب ھوتا یہ ہے کہ ہمارئے اردگرد جو کچھ بھی ھوتا ہے وہ ہمارئے حواس خمسہ کے ذریعے سے ہمارئے شعور میں جاتا ہے جو ہمارئے کلچر، مذھب، ایمان، تربیت، رھن سہن کے فلٹرز سے چھن کر شعور کی سطح پر اجاگر ھوتا ہے اور شعور اسکا کوئی مطلب اخذ کرتا ہے۔

شعور اور لاشعور کے فنکشن کو سمجھنے کے لئے ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کسی جگہ پہلی دفعہ جاتے ہیں تو اپکو راستہ کھلی انکھوں اور پورئے حوش و حواس سے طے کرنا ھوتا ہے لیکن جب اپ متعد بار کسی ایک ہی جگہ جاتے ہیں تو اپکا شعور اس سارئے پروسس سے لاپرواہ ھو کر اسے لاشعور کے حوالے کر کے لاتعلق ھو جاتا ہے پھر اپکا لاشعور اپکو بتاتا ہے کہ اگے سے مڑ جاو اور ۱ کلومیٹر کے بعد بایاں موڑ لے لو وغیرہ۔

لاشعور اور شعور میں وہی فرق ہے جو ایک کیلکولیٹر اور سپر کمپیوٹر میں ھوتا ہے۔ لاشعور اپکے تمام جسم کو چلاتا ہے جیسے دل کا دھڑکنا، پھیپھڑوں کا پھیلنا اور سکڑنا، بھوک کا وقت پر لگنا، نیند انا ہر فعل لاشعور کے ذمہ ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ لاشعور کی طاقت کیا ہے۔ ہماری یاداشت شعور سے لاشعور میں محفوظ ھو جاتی ہے اسکے بعد جب وہ کافی عرصے تک استعمال نہیں ھوتی تو بالاخر تحت الشعور میں چلی جاتی ہے۔ یاداشت محفوظ ھوتے وقت دماغ اس یاداشت یا واقع سے متعلق انسانی جذبات کی شدت کے مطابق یاداشت کو محفوظ کرتا ہے جذبات

شدید ھوں یاداشت اتنی ہی اسانی سے بوقت ضرورت شعور کی سطح پر آ جاتی ہے۔

بالکل ویسے جیسے ہارڈ ڈرائیو سے ڈیٹا ریم میں لوڈ ھوتا ہے۔ اور سی پی یو اسکو پروسیس کرتا ہے۔

شعور سے کیا گیا فیصلہ اتنا درست نہیں ھوتا کیونکہ شعور کمزور ہے لاشعور مظبوط لاشعور کو دل کی آواز بھی کہہ سکتے ہیں یا الہام سے بھی تشبیح دی جا سکتی ہے کیونکہ لاشعور کا تعلق ہماری ہائر سیلف سے ھوتا ہے۔

لاشعور کی طاقت کا اندازہ آپ اپنے خوابوں سے لگا سکتے ہیں خواب کتنے creative ھوتے ہیں اپ جاگتے میں ایسا خواب نہیں بُن سکتے۔ شاعر کو آمد ھونا لاشعوری کوشش ہے ایجادات لاشعور کی کارستانیاں ہیں۔

یہ ایک چھوٹا سے تعارف تھا جو شاید میں تقریر کی صورت میں بہتر طریقے سے گوش گزار کر سکتا۔

قران میں شفا ہے۔

قران میں شفا ہے؟ بلکل ہے لیکن پھر بھی ہر مسلک کا مذہبی سکالر علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے۔ کیوں؟ کیا اسکو یقین نہیں کہ قران میں ہر مرض کا علاج موجود ہے۔

اسی طریق سے روحانی امراض کے علاج کے لئے بھی قران میں شفا بلکل موجود ہے لیکن جسمانی و روحانی امراض کے لئے جو علاج قران میں مرقوم ہے وہ مستور ہے اور صرف اھلیبیت ع کے پاس ہی قران کا مکمل علم موجود ہے لھذاء جسطرح جسمانی امراض کے علاج کے لئے ہماری مجبوری ہے کہ ہمیں ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا ہے بلکل ویسے ہی روحانی امراض کے لئے روحانی علوم پر دسترس رکھنے والے صاحبِ علم حضرات سے رجوع کرنا لازم ہے۔ ایک مذھبی سکالر کا کام نھیں کہ ان امور کی بابت اپنی ناقص رائے کو عوام میں مشھور کرئے بلکل ویسے جیسے ایک روحانی عالم کا یہ کام نہیں کہ شرعی مسائل کے حل کے لئے فتویٰ دیتا پھرئے۔ جسکا کام اسی کے ساجھے کے مصداق اگر ہر کوئی ایمانداری سے اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دئے گا تو معاشرئے سے برائی اور شر کا خاتمہ خود بخود ھو جائے گا وگرنہ پھر وہی بات ہو گی کہ مارو گھٹنا اور پھوٹے آنکھ۔

قبالہ

قبالہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس میں شیطانی ارواح، جو تعداد میں ۷۲ ہیں، کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جسکے لئے خاص قسم کے شیطانی اعمال کو بروئے کار لایا جاتا ہے اور انکے متعلقہ طلسمات بھی خاص اوقات میں بنائے جاتے ہیں۔ بلکل اسی طرح جیسے لوح مشتری وغیرہ بنائی جاتی ہے۔ اسی طریق پر اس بخارات جلائے جاتے ہیں اور مخصوص لباس زیب تن کر کے علم نجوم کی مدد سے درست وقت کا استخراج کیا جاتا ہے اور نقش یا طلسم کو کسی دھات پر کندہ کر دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے کرنے سے وہ شیطانی قوت عامل کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ تمام سفلی ارواح حضرت سلیمان ع کے زمانے میں اپکے قبضے میں تھیں اور اپکے احکامات کی بجا آوری کیا کرتی تھیں۔ جس سے یہ بات ثابت ھو جاتی ہے کہ اِن ارواح سے کام لینا جائز ہے کیونکہ اگر ناجائز ہوتا تو ایک معصوم نبی ع کبھی ایسا نا کرتا۔ اپ ع کے وصال پُر ملال کے بعد ان ارواح کو شیطان لعین کے بتائے ھوئے ایک خاص طریقے کو بروئے کار لا کر یہودی ساحروں کے حوالے کر دیا گیا پس جو بھی اس طریقے کو اختیار کر کے یعنی جو شیطان کا سکھایا ہوا ہے، اگر ان ارواح سے اچھا یا بُرا کوئی بھی کام لے گا، میرئے نزدیک حرام کا مرتکب ھو گا۔ کیونکہ طریقہ کار کی بھت اھمیت ھوتی ہے۔ جیسے عبادت تو ہر مذھب کا انسان ایک خدا ہی کی کرتا ہے لیکن عقیدئے اور طریقے میں فرق کے سبب ایک عبادت مومن کے معراج ہے جبکہ دوسری شرک۔ تو عقیدہ اور طریقہ بھت اہم ھیں۔ یعنی ان مخلوقات کو طاقت کا سرچشمہ سمجھ کر ان سے مدد لینا شرک ہو جائے گا۔ امید ہے اپ سمجھ رہے ھونگے۔

یہ بلکل ویسے ہی ہے کہ علم رمل بمطابق حدیث اگر ایک نبی ع کے طریقے کے موافق ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

اور یہی میری دلیل ہے کہ علم غلط نہیں ھوتا طریقہ کار غلط ھوتا ہے۔

لفظِ نماز کا مطلب (جناب میر رمز صاحب کا ایک قابل ستائش کمنٹ)

محترم آپکے بیان سے اندازہ ہو رہا ہے کہ آپکو نہ تو نصیریت کے متعلق کماحقہ علم ہے اور نہ ہی اصولِ شریعہ کے متعلق..
جو واقعہءِ معراج بیان کیا گیا ہے وہ آپ کے سننے یا کسی مجتہد و ذاکر کے بیان کا محتاج نہیں. اپنی سند کے اعتبار سے اصل عربی متن میں ہماری اصول کی کتب میں اکثر مقامات پہ یہ واقعہ بیان ہے، تراجم کا اختلاف معنی نہیں رکھتا.. آپ مطالعہ فرما سکتے ہیں.
چونکہ یہ معارف ہیں لہذا ان کو تلاش کرنا سالکین پہ لازم ہے، اشارہ دے دیا ہے کہ اصول کی کتب میں تلاش کریں.. اور اصول کی کتب ہی صرف چار ہیں.. لہذا اتنی جستجو تو واجب ہے ہر طالب پہ..
اور رہی بات نماز کی.. تو یہ ایک فارسی لفظ ہے "نماز".. جس کا قرآن و حدیث میں کہیں تذکرہ نہیں ملتا.. البتہ صلوۃ کی جا بجا تاکید فرمائی گئی ہے..
لیکن کچھ جگہ صلوۃ ادا کرنے والوں یعنی بفرضہ نمازیوں پہ لعنت فرمائی گئی بلکہ جہنم کے پست ترین اور سب سے زیادہ گھرے ترین مقام کی وعید سنائی گئی کچھ نمازیوں کے لیئے..
"ویل للمصلین هم عن صلاتهم ساعون"..
ویل یعنی جہنم کا پست ترین درجہ ہے اُن نمازیوں کے لیئے جو اپنی صلوۃ سے غافل ہیں"..
اب اس آیہ قرآنی سے ثابت ہے کہ کچھ نمازی ایسے ہیں جنہیں اللہ نمازی (مصلین) یعنی صلوۃ پڑھنے والا تو تسلیم کر رہا ہے.. لیکن ان پہ ایسی لعنت کی جا رہی ہے جو کسی کافر پہ بھی نہیں کی قرآن نے.. کیونکہ وہ اصل صلوۃ سے غافل ہیں..
اب تلاش کریں کہ وہ کونسی صلوۃ ہے جس سے وہ نمازی حالتِ نماز میں ہونے کے باوجود غافل ہیں اور اس بناء پہ جہنم کے حقدار بن گئے ہیں..
آپ مطالعہ وسیع فرمائیں بشرطیکہ مطالعے کا مقصد طلبِ ہدایت ہو.. یقیناً ھادی کی ہدایت واضح ہے..
ھو العلی العظیم..

علم جفر

کمال ہے جو انسان ابجد تک خود نا بنا سکا وہ علمِ جفر کا موجد بن گیا۔ اج دنیا بھر میں جتنے بھی علوم رائج ہیں انکا منبع و مخرج انبیاء و اوصیاء کا وہ سلسلہ ہے جو اللہ کیطرف سے انسان کی ھدایت کے لئے دنیا کے قیام سے لے کر اسکی فنا تک جاری و ساری ہے۔ حروفِ ابجد جو بعض احادیث اور روایات کی رُو سے حضرتِ ادریس علیہسلام نے جنگلوں اور پہاڑوں میں رھنے والے انسانوں کو تعلیم کی تھی علمِ جفر کی بنیاد ٹھری اور آج کے محقق کا یہ خیال ہے کہ علم جفر ایک خود ساختہ علم ہے۔ اس میں اختراع خود ساختہ ضرور ہے تاہم اسکے بنیادی قوانین دیگر علوم روحانی و علوم دنیاوی کیطرح انبیاء و اوصیاء ہی کے تعلیم کردہ ہیں بلکل ویسے جیسے علم رمل حضرت آدم علیہسلام پر اس وقت منکشف کیا گیا کہ جب آپ امّاں حوا کے فراق میں ایک سمندر کے کنارئے گریہ و زاری میں مصروف تھے، معتبر روایات کے مطابق اللہ تعالی نے حضرت جبرائیل ع کو حکم دیا اور انھوں نے ریت پر نکات کہ اس عظیم علم کو حضرت آدم ع پر منکشف کیا۔ اسی طرح حقیقی علم نجوم حضرتِ ابراھیم ع پر وارد کیا گیا تاکہ انکے وقت کے کاھن اور نجومیوں کو اللہ کے نبی عَ کیطرف سے جواب دیا جا سکے۔ ایک سچے محقق کا کام یہ نہیں ھوتا کہ چند سکّوں یا سستی شھرت کی خاطر من گھڑت باتوں کو حقائق بنا کر عوام کے سامنے پیش کرئے۔ اگر ایک منٹ کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ علم جفر دراصل انسان کا بنایا ہوا ایک خود ساختہ علم ہے تو امام سیوطی سے لے کر جناب منصور ابن عربی، امام غزالی رح، نصیر الدین سیوطی رح، طوخی الفلکی، علامہ شاد گیلانی، جناب بابر سلطان قادری صاحب اور دورِ حاضر کے دیگر علمائے جفر نے اپنی کتب کے دیباچوں میں اس علم کو معصومین ع سے منسوب کیوں کیا۔ اب یا تو یہ تمام علماءِ جفر جھوٹے ہیں یا یار لوگ جو فیسبک پر بیٹھکر اس علم کو خودساختہ قرار دئے رہے ہیں۔ اور آئمہ ع سے جھوٹ منسوب کرنے والے کی بابت شریعت میں کیا حکم ہے، یہ محتاجِ شرح نہیں، فیصلہ میں آپ لوگوں پر چھوڑتا ہوں۔

ولایت علی علیہسلام

کثرتِ عبادت سے بہتر تسلسلِ عبادت ہے ، لھذاء روحانیت کے حصول کے خواہاں افراد کو چاہئے کہ کسی بھی ایتِ قرانی یا اسمِ الھی کو تسلسل سے پڑھتے رہیں بغیر کسی لالچ یا نیت کے ، محض خوشنودی الھی کے ، اپنے آپ کو بُری باتوں، صحبتوں اور محفلوں سے دور رکھیں اور ولایت مولا علی علیہسلام پر کامل یقین رکھیں، انشاللہ چند سالوں میں آپ اپنے اندر اُس جوھر کو پالینگے جو مختلف روحانی قوتوں کے حصول کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ اسکے بعد آپکے اعمال میں خود بخود تاثیر پیدا ھو جائے گی۔ منہ سے جو نکلے گا پورا ھو گا، تاہم یہ خیال رہے کہ آپ جو بھی ورد کریں، اوراد کا مجموعی دورانیہ کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ ھو اس سے کم نا ھو۔ درمیان میں کھی رجعت کے آثار نظر آئیں تو مجھ سے یا کسی اور صاحبِ علم سے پتہ کروائیں کہ کیا مسئلہ ہے۔ چالیس دن، گیارہ دن یا ایک ماہ کا چلہ بھی اسکے بعد ہی کوئی اثر دئے گا ورنہ نہیں۔

یونیورسل کانشسنس

عالم لاھوت میں موجود کائناتی ذھن جس میں قوانین قدرت اور فطرت کو سمو دیا گیا ہے اس کائنات کو چلانے کا ذمہ دار ہے ، انسانی ذھن اسی کائناتی ذھن کا ایک بھت مختصر لیکن جامع حصہ ہے ، بلکل ویسے جیسے سمندر کا قطرہ اپنی اصل میں سمندر ہی ہوتا ہے۔

تو جب کائناتی ذھن کے اس مختصر سے حصے یعنی انسان ذھن میں موجود ان گنت خفیہ حصوں کو روحانی علوم کی مدد سے چھیڑا جاتا ہے تو کائناتی ذھن جو دراصل انسانی لاشعور سے غیر مرئی طور پر منسلک ہے ، میں تغیرات بپا ہو جاتے ھیں، بلکل ویسے جیسے اپ صوفے پر بیٹھے بیٹھےi ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا کر ٹی وی کو کنٹرول کر لیتے ھیں، بلکل اسی طور انسانی لاشعور عالم لاھوت میں موجود کائناتی ذھن میں تغیرات پیدا کرنے کے لئے ایک ریموٹ کنٹرول کا کام دیتا ہے۔

ان تغیرات کے سبب عالم ناسوت میں واقعات اور حقائق جنم لیتے ہیں جسکا اثر انسان کی روزمرّہ زندگی پر پڑتا ہے۔ سحر، جادو، جنات بھی بلکل اسی طرز پر کام کرتے ھیں ساحر کا دماغ عالم لاھوت میں ایسی شعاوں کو متحرک کرتا ہے جو عالم ناسوت میں اسکے مرضی کے مطابق حالات و واقعات کو حدث کرتی ہیں۔

عالمین از قلم میر رمز

بابا جی.. حدِ امکان کو جب دائرہ یا نقطۂِ محیط تصور کیا جائے جبکہ یہ حقیقت بھی ہے کہ نقطے کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے عالمِ امکان.
لہذا امکان کا احاطہ مدور ہوا .. اور دائرہءِ امکان تمام جہات پہ محیط ہوا ..
اب دائرہ چونکہ تمام تر زاویہ جات پہ مشتمل ہے ، لہذا مساوی تقسیم سے تین سو ساٹھ درجات برآمد ہوئے ..
امکان کو تشبیہا دو عوالم میں تقسیم کیا گیا تو عالمِ علوی اسمِ الٰہی "ایل" (ید اللہ) سے منسوب ہوا ، اور عالمِ اسفل کو "طیش" سے نسبت ہوئی..
360 میں سے "ایل" کے 41 اعداد منہا کیئے تو باقی 319 بچے جو کہ "طیش" کا باطن ہے ..
بس ثابت ہوا کہ عالمِ اسفل جس پہ اجنہ کو تحریک کا اختیار ملا وہ دائرہءِ امکان کے کثیر حصہ پہ مشتمل ہے .. یعنی شر کی کثرت ہے .. لیکن پھر بھی علویات کو غلبہ حاصل ہے کیونکہ علویات مدبرات میں شامل ہیں.

شرک کیا ہے؟ (از قلم میر رمز)

یاد رہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک کے زمرے میں آتا ہے، بیشک درست ہے..
لیکن اللہ سے مدد طلب کرنا بھی تب تک ممکن نہیں جب تک "اللہ" کا تعین نہ ہو جائے..
مولوی تاحیات اپنا "اللہ" ثابت نہیں کر سکتا.. چیلنج ہے میرا چہار دانگ عالم میں..
جب وہ اللہ ثابت کر ہی نہیں سکتا تو وہ جس وقت بھی اللہ سے مدد طَلب کرے گا تو درحقیقت اپنے ایک خیال سے مدد طلب کر رہا ہو گا.. جو کہ درحقیقت "غیر اللہ" ہوگا..
لہذا ہر وہ شخص جو بھی "اللہ" سے مدد طلب کر رہا ہے دراصل "غیر اللہ" سے مدد طلب کر رہا ہے کیونکہ اللہ کا عقلی تعین ناممکن ہے لہذا وہ اپنے ایک خیالی بُت کو "اللہ" سمجھ کر غیر اللہ سے مدد طلب کر رہا ہے.. یہی سب سے بڑا شرک ہے..
اب یہاں عقلی تقاضا ہے کہ اگر بلا واسطہ "اللہ" سے مدد طلب کرنا "غیر اللہ" سے مدد طلب کرنا ہے، تو پھر دراصل "اللہ" سے مدد کیسے طلب کی جاسکتی ہے؟
اس مقام پہ ہمیں سنتِ الٰہیہ کو ہی اپنانا ہوگا.. بالکل ایسے ہی جیسے اللہ نے مخلوق تک رسائی کے لیئے وسیلہ قائم کیا انبیاء و اوصیاء کا.. بعینہ اسی طرح مخلوق کو بھی اللہ تک رسائی کے لیئے وسیلہ تلاش کرنا ہوگا.. جس کا اللہ نے حکم دیا.. "وابتغوا اليه الوسيلة"..(سوره المائده)
"اور اختیار کرو اُس کی طرف وسیلہ"..
اگر اس نے اللہ ہو کر اور ہر شے پہ محیط ہو کر بھی وسیلہ اختیار کیا تو مخلوق کی اتنی کہاں بساط کہ مخلوق بلاواسطہ اس تک رسائی اختیار کرے..
بلکہ اگر عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو انسان جسے بلا واسطہ اللہ کو پکارنا سمجھتا ہے دراصل اس پکارنے میں بھی انسان کئی وسیلے استعمال کرتا ہے مثلاً دماغ، خیال، زبان، الفاظ وغیرہ.. یہ سب بھی تو "اللہ" نہیں.. پھر جاھل کیسے کہہ سکتا بلا واسطہ اللہ کو پکارا جائے.. جبکہ بلاواسطہ پکارنا ممکن ہی نہیں منکر کے لیئے بھی..
لہذا جب ثابت ہو گیا کہ ہر حال میں وسیلہ اختیار کرنا ہو گا ذات تلک رسائی کے لیئے تو اب ان وسائل میں سے سب سے اعلیٰ وسیلہ تلاش کیا جائے.. اور اعلیٰ وسیلہ وہی ہو گا جو ذاتِ واجب سے بلاواسطہ منسلک ہو.. جو ذات کا ظاھر ہو.. کیونکہ رجوع ہمیشہ ظاھر کی جانب ہوتا ہے لہذا اللہ کی طرف رجوع کا مطلب ہے کہ "اللہ کے چہرے، اللہ کے ہاتھ، اللہ کی زبان، اللہ کے بدن، اللہ کے نفس" کی جانب رجوع کیا جائے.. پس وہی رجوع دراصل "اللہ" کی جانب رجوع ہوگا.. وہی عبادت "اللہ" کی عبادت شمار ہوگی، اور وہی مدد طلب کرنا "اللہ" سے مدد طلب کرنا شمار ہوگی..
"اللہ" کے اس "ظاھر" کے علاوہ جو بھی "اللہ" کے لفظی نام کو وسیلہ بنائے گا وہ صرف "اللہ" نام کے ایک خیالی بُت کی پرستش شمار ہوگی..
عقلی اعتبار سے یہ علمائے ظاھر کو میرا چیلنج ہے کہ وہ کبھی "اللہ" کو "معلوم" ثابت نہیں کرسکتے.. اور نامعلوم و مجھول کی پرستش بمطابقِ شریعت "باطل" ہے قطعی..
شکریہ

سوچ کی لہریں

سوچنے یا بولنے کے عمل سے دماغ سے ریڈیائی لہروں سے ملتی جلتی توانائی کی موجوں کا اخراج ھوتا ہے۔ یہ لہریں ریڈیو، گیما، مائکرو ویوز سے مشابہ ہیں اگر کوئی فرق ہے تو وہ فریکوینسی کا ہے، دماغ کی لہریں دیگر جانی پہچانی ویوز کی نسبت لطیف تر ہیں، یہی وجہ ہے کہ سوچ کی لہریں ریڈیائی لہروں سے متصادم نہیں ھو پاتیں۔ انسانی دماغ جب فکری پرواز کرتا ہے تو ہزراوں اور لاکھوں کی تعداد میں نیورانز فعال ھو کر خیالات کی لہروں کا اخراج کرتے ہیں جو فضائے بسیط میں دور دور تک پھیل جاتی ہیں۔ سوچنے کے عمل میں انسانی ذھن کا شعور اور لاشعور دونوں بیک وقت مصروف عمل ہوتے ہیں۔ جب انسانی شعور سوچنے کے فرائض سرانجام دیتا ہے تو خیال الفاظ کی صورت میں پیدا ھوتا ہے، اور جب لاشعور سوچنے کے عمل میں کارفرما ہوتا ہے تو خیالات ایک فلم یا جیتے جاگتے مناظر کی صورت میں دماغ کی پردہ سکرین پر ظاہر ھوتے ہیں، سوچنے کی اس کیفیت کو ڈئے ڈریمنگ یا جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنا بھی کہا جاتا ہے۔

دماغ کی وہ قوت جو ان لہروں کو پیدا کرتی ہے دراصل حروف کی دین ہے، بولتے یا سوچتے وقت، حروف جو اپنی ذاتی توانائی رکھتے ہیں، توانائی میں تبدیل ھو جاتے ہیں، جو لہروں کی صورت میں دماغ سے خارج ھو کر کائناتی شعور میں اپنی طرح کی توانائیوں سے متصل ھو جاتی ہے۔ عموماً بزرگ کہا کرتے ہیں کہ "شکل اچھی نا ہو تو بات اچھی کرو"، یا "منہ سے ھمیشہ اچھی بات نکالو وقت گھڑی کا کوئی پتہ نہیں ھوتا"، وغیرہ۔

ایسا اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ جب ہم کوئی منفی سوچ اپنے ذھن میں شعوری طور پر پیدا کرتے ہیں تو یہ منفی توانائی میں بدل کر فضائے بسیط میں بکھری منفی قوتوں کو فوری اپنی طرف متوجہ کرنے کا سبب بنتی ہے نتیجتاً انسان منفی لہروں کی لپیٹ میں آکر مشکلات کا شکار ھو جاتا ہے۔ اب اسی تمھید کو عملیات کی نظر سے دیکھا جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی ایک عبارت کی مسلسل تکرار کس طرح عمل میں قوت پیدا کرتی ہے۔ جفر آثار میں حروف کی گردش کے عمل کو عملِ تکسیر کہا جاتا ہے اور اس عمل کے بعد ایک موکل پیدا کیا جاتا ہے جو اس عمل کوَ سرانجام دینے پر معمور ھوتا ہے، تکسیر میں حروف کی گردش سے پیدا ھونے والی قوت اس موکل کے کام آتی ہے جس نے اس عمل کو سرانجام دینا ہوتا ہے۔ یہ تو بات تھی تکسیر کے اعمال کی اب آ جائیں اوراد کیطرف۔ ہر آیتِ قرانی کا ایک موکل ہوتا ہے بلکہ ہر حرف کا بھی ایک موکل ھوتا ہے، میں تفصیل میں نہیں جانا جاتا آپ سمجھتے ہیں اس سب کو۔۔۔

یہ موکلین کیونکہ خدا کیطرف سے اپنے اپنے کام سرانجام دئے رہے ہوتے ہیں لھذاء عامل جب بھی کبھی انکو اپنے کسی ذاتی کام کے لئے طلب کرتا ہے یہ موکلین اللہ کی عطا کی گئی قوت کو استعمال میں نہیں لاتے ، بلکہ اس ورد کی تکرار سے پیدا ہونے والی قوت جو شعور سے لاشعور میں ایسے منتقل ہوتی ہے جیسے کوئی سپاھی ترکش سے تیر کو نکال کر کمان میں جوڑتا ہے اور پھر زور لگاتا ہے تو کمان کو کھینچنے کی قوت دراصل اس تکرار کے سبب عامل کے ذھن سے پیدا ہوتی ہے جبکہ اس قوت کا مخرج عامل کا ذھن نہیں بلکہ وہ حروف ہوتے ہیں جو عامل کی ذبان سے جاری ہوتے ہیں۔ لھذاء "تیر" جو دراصل اس عبارت کا موکل ہوتا ہے تب ہی پوری قوت سے ٹھیک نشانے پر لگتا ہے جب عامل پوری ارتکاز توجہ اور مظبوط دماغی قوتوں کے استعمال سے کمان، جو کہ لاشعور ہے اس تمثیل میں، کھینچتا ہے اور بالآخر چھوڑ دیتا ہے۔ میں پھر دھراتا چلوں کہ ملائک امر الھی کے تحت خدائی قوت کو استعمال کرتے ہیں لیکن جب وہ عامل کے امر کےزیرِ اطاعت ہوتے ہیں تو خدائی قوت درمیان سے نکل جاتی ہے پھر وہاں موکل عامل کی ذاتی روحانی قوت مستعار لیتا ہے جو اصل میں اس خاص عبارت کی تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔ اب اس قوت کا سارا دارومدار عامل کی ذھنی ساخت، ذھانت، ارتکاز، حروف کی درست ادائیگی، نیک نیتی، کردار اور قرب الھی پر ہوتا ہے۔ جس قدر قوت اس عمل میں پیدا ہوتی ہے عمل اسی رفتار سے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اگر قوت ضرورت سے کم ہو تو تیر خطا ہو جاتا ہے وگرنہ ٹھیک نشانے پر لگتا ہے ، بشرطیکہ عمل کسی نام نہاد عامل کی ذھنی اختراع نا ہو۔

سفلی علوم (قسط نمبر ۱)

لفظ سفلی، اسفل سے نکلا ہے جسکا مطلب ہے کمتر، نچلا، ادنی یا ذلیل۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس علم کا تعلق اس تمام تر مخلوق سے ہے جو نفس کے سب سے نچلے درجہ یعنی نفس امّارہ کی غلام ہے۔ نفس امّارہ کہ جسکا تعلق نفسانی و حیوانی خواھشات سے ہے جن و انس کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے اور شیاطین کیطرف راغب کرنے کے لئے کلیدی کردار ادا کرتا ہے گو بذات یہ انسانی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ لیکن جن و انس جو نفسِ امّارہ کی سرکشی پر بند باندھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں اور اسکے ہاتھوں ایک کٹھپتلی بن جاتے ہیں، باسانی شیاطین کے دام میں پھنس کر دنیا و آخرت میں اپنے لئے رسوائی کا سامان کرتے ہیں۔

سفلی علوم کو سیکھنا، سِکھانا یا انکی اشاعت کرنا صریحاً حرام اور قابل نفرت و مذمت ہے۔ ان پر عمل کرنے والا کاہن یا ساحر ہے جسکی سزا دین اسلام کیمطابق موت اور آخرت میں دائمی عذاب ہے۔

سفلی علوم سیکھنے کی چند شرائط ہیں، سفلی علوم کے ماہر کے لئے لازم ہے کہ وہ صوم و صلوہ سے اجتناب برتے، ہر وقت حالت نجاست میں رہے، شراب خوری، زنا کاری اور مکر و فریب اسکی فطرت ثانیہ بن چکی ہو۔ گناہ و ثواب کی تمیز باقی نا رہی ہو اور وسیح پیمانے پر شر پھیلانے پر پوری طرح آمادہ ہو۔

سفلی علوم سیکھنے کے لئے اج مارکیٹ میں سینکڑوں کتب باسانی دستیاب ہیں جنکی قیمت پچاس روپے سے ڈیڑھ سو روپے تک ہے۔ ان میں دئیے گئے تمام اعمال ناقص و نامکمل ہیں یعنی لکھاری نے کہی نا کہی کوئی ایسا نقطہ چھوڑ رکھا ہے کہ جو عمل میں ناکامی کا باعث بن جاتا ہے۔ مارکیٹ میں موجود سفلی عاملین کی ننانوئے فیصد اکثریت دراصل شعبدہ بازوں کی ہے جو مختلف کیمیکلز یا دیگر سائنسی آلات اور علم نفسیات کی مدد سے سادہ لوح عوام کو بیوقوف بناتے ہیں۔ ٹی وی کے مشہور زمانے پروگرام سر عام پر ایسے کئی عاملین کی اصلیت اور شعبدہ بازیاں عوام کے سامنے متعد بار پیش کی جا چکی ہیں مگر افسوس کے آج بھی انکا کاوبار ویسے ہی سرگرم ہے جیسے پہلے تھا۔ یہاں یہ بات ذھن نشین کر لینی چاھئے کہ اصل سفلی عامل کبھی بھی عوام کے سامنے اپنی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ کسی درمیانی پارٹی کے ذریعہ سے اپنے کاروبار کو چلاتا ہے۔ سفلی عاملین کے لئے اپنے راز کو راز رکھنا عمل زندہ رکھنے کی پہلی شرط ہوتی ہے۔ اسکا برملا اظہار اسکے عمل کو ضائع کر دیتا ہے لھذاء اسکی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی شخصیت کے اس پہلو کو جس حد تک ممکن ہو مخفی رکھے۔...

سفلی علوم (قسط نمبر ۲)

کیونکہ سفلی علوم کے اصل ماہر ، جیسا کہ میں نے اس سلسلے کی قسط نمبر ایک میں بتایا، آٹے میں نمک کے برابر ہیں نیز انکو اپنے علم کو کارآمد یا زندہ رکھنے کے لئے اپنی شخصیت کہ اس پہلو کو عوام کی نظروں سے مخفی رکھنے کی شرط پر سختی سے کاربند رهنا پڑتا ہے۔ لھذاء اس علم کے حقیقی ماھرین تک عوام کی رسائی تقریباً ناممکن رہتی ہے۔ انکے خاص الخاص چیلے چانٹے اور سیوک انکے کاروبار کو اپنے نام سے چلاتے اور برقرار رکھتے ہیں جبکہ اصل کام انکا گرو جو عام طور پر کسی مندر کا بڑا پجاری رہا ہوتا ہے، کرتا ہے۔

سفلی علوم سیکھنا بغیر کسی استاد یا گُرو کے ناممکن ہے۔ کتب سے اگر یہ سب کچھ حاصل کرنا اتنا آسان ھوتا تو آج ہر دوسرا شخص سفلی عملیات کا ماھر ھوتا۔ کتب میں دئیے گئے تمام اعمال ذیادہ تر اختراعی ھوتے ہیں اور اگر درست بھی ھوں تو لکھاری عمل میں کہی نا کہی ایسا نقطہ حذف کر دیتا ہے کہ جسکے بغیر عمل کا کارگر ھونا ممکن نہیں ھوتا۔ نتیجتاً عامل کا عمل ناکام رہتا ہے اور نقصان الگ ھوتا ہے۔ کسی بھی سفلی عمل میں کامیابی کے لئے کسی ماھر استاد کی نگرانی لازم ہے تاکہ ایک تو درست عمل تک رسائی ممکن ھو سکے اور مطلوبہ سفلی قوت عامل کو نقصان نا پہنچا سکے کیونکہ ناری مخلوق کو خاکی پتلے کی اطاعت ازل سے نامنظور رہی، ابلیس کا آدم کو سجدہ نا کرنا اس بات کی صداقت پر ایک روشن دلیل ہے۔

سفلی اعمال کی ابتداء حضرت سلیمان علیہسلام کے دور سے شروع ھوئی جس میں شیاطین جنات نے انسانوں کو سحر کی بابت تعلیم دی، مقصد انسانوں میں شر کو پھیلانا اور بنی نوع انسان کو گمراہ و برباد کرنا تھا۔ یہ اعمال جو کچھ مخصوص کلمات اور نشانات پر مبنی ھوتے ہیں۔ ایک خاص وقت اور طریقہ پر سرانجام دینے سے عامل کے شر انگیز جملہ مقاصد کی تکمیل کے لئے شیاطین جنات کو مطلوب پر مسلط کر دیتے ہیں۔

کسی عورت کو اسکی رضا و رغبت کے بغیر کسی بھی شرعی و غیر شرعی فعل کے ارتکاب کے لئے مجبور کرنا ہو یا کسی کے چلتے ھوئے کاروبار کو تباہ کرنا ھو۔ اسکے لئے شیاطین جنات نے مختلف قسم کے اعمال جادوگروں، ساحروں اور کاہنوں کو تعلیم کر دئیے ، ان اعمال میں اثر موجود ھونا نا صرف قران و حدیث سے ثابت ہے بلکہ مشیت ایزدی اس میں شامل ہے ، سبب اسکا انسان کی آزمائش ہے اور کچھ نہیں۔...

سفلی عامل بننے کے لئے عموماً انسان کو حالت نجاست میں رہنا پڑتا ہے، نیز شراب نوشی اور زنا کاری جیسے گناہ کبیران کا ارتکاب تسلسل کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ ایسا انسان فوری شیاطین کی نظروں میں معتبر و عزیز قرار پاتا ہے۔ اسکے اعمال زیادہ تر برہنہ یا نیم برہنہ حالت میں غلیظ مقامات جیسے بیت الخلاء یا گندگی کے ڈھیر پر حالت نجاست میں ۴۱ دن یا کم و بیش کی صورت میں سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ سفلی اعمال میں کالی دیوی، کالکا دیوی، پدمنی دیوی، ہنومان اور پاربتی دیوی وغیرہ کے اعمال انتہائی جان جوکھم کے لیکن سریع الاثر ہوتے ہیں۔ میرا واسطہ مزکورہ دیوی دیوتاوں سے بیشتر اوقات دوران علاج پڑا ہے۔ جسکی تفصیلات میں آگے چل کر عرض کرونگا۔ ۴۱ ۴۱ دنوں کے یہ چلے متعد بار کرنے سے کالی کو سِدھ کیا جاتا ہے تاہم اسکو مکمل طور پر تابع کرنے کے لئے انسان کا کم از کم اگھوری ناتھ ہونا لازم ہے۔ ان چلّوں کے دوران مطلوبہ دیوی کا بُت سامنے رکھ کر اور کُنڈل ریکھا کھینچ کر کچھ مخصوص قسم کے جاپ ۴۱ دن تک کرنے پڑتے ہیں، پاکستان میں ایک آدھ عامل ہی ایسا ہو گا کہ جس نے کالی دیوی کو مکمل طور پر سِدھ کر رکھا ہو۔ زیادہ تر عاملین چھوٹے موٹے چلّے کر کے کالی دیوی کو خوش کرتے ہیں اور کالی بدلے میں انکو اپنا سیوک کلوا یا بڑی حد اپنی باندی روپا تحفتاً دئے دیتی ہے۔ روپا کالی کی مہا شکتی کا نام ہے۔ جو انتہائی طاقتور اور جان لیوا دیوی ہے اس دیوی سے مقابلے کے دوران میں کئی بار موت کے منہ تک پہنچ چکا ہوں۔ ان قوتوں کے علاوہ ہنومان، گنیش، سورپنخا، راون، بھیرو، تلسی اور پدمنی وغیرہ بھی ابلیس کے خاص الخاص لشکری ہیں جنکو سِدھ کرنے کے لئے عامل کو پتہ نہیں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ تابع ہونے کے بعد یہ دنوں میں عامل کے ایک اشارئے پر کسی کو بھی بستر مرگ تک پہنچانے یا معاشی طور پر تباہ و برباد کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ سفلی علوم کی یہ قسم سحر اسود سے متعلق ہے جو کالے جادو کی بدترین اقسام میں سے ایک ہے۔

سفلی علوم (قسط نمبر ۳)

جیسا کہ اس سلسلے کی پچھلی قسط میں تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ سفلی علوم کی ابتداء حضرت سلیمان علیہسلام کے زمانے میں شیاطین جنات نے کی اور انسانوں کی گمراھی اور تباھی کا سامان کرنے کے واسطے چنیندہ ساحروں اور کاہنوں کو سفلی اعمال اور نشانات کی تعلیم دی۔ اسوقت کی مرّوجہ ذبان عبرانی تھی بعد میں یہ علوم عبرانی زبان میں ہی دنیا کہ کونے کونے تک منتقل ھو گیا اور ہر بڑئے ساحر نے اسکو اپنی مادری ذبان میں مترجم کر کے محفوظ کر لیا۔ بدقسمتی سے اہلِ یہود نے ان علوم کو حضرت سلیمان علیہسلام سے نسبت دی اور اپنے مذھب کا حصہ بنا لیا۔ حالانکہ یہ سب شیاطینی علوم تھے اور نبی کو انکی چنداں ضرورت نا تھی۔ سحر کی وہ قسم جو اہل یہود نے اپنے بڑوں سے میراث میں حاصل کی اسکو قبالہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہودیوں نے ان علوم کی ترقی و ترویج میں بے پناہ وقت اور سرمایہ صرف کیا اور اسکی مدد سے دنیا بھر کے اھم ترین سیاسی راھنماوں کے اذھان پر قبضہ کر کے اپنے جھوٹے مسیحا یعنی دجال کی حکومت کو قائم کر دیا۔ دجال کی بابت میں اس مقالے میں ذیادہ نہیں لکھونگا تاہم دجال اور دجالی نظام ابلیس کا سب سے ذیادہ بڑا اور خطرناک فتنہ ہے جسکا تذکرہ احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

شیطان کا کام آدم کی اولاد کو صراط مستقیم سے بھٹکانا ہے اور اسکے لئے وہ ہر قسم کا حربہ استعمال کرتا ہے۔ پرانے وقتوں میں جب بھی کوئی جادوگر یا شعبدہ باز کوئی شعبدہ دِکھاتا تو لوگ اس سے متاثر ھو کر اسکی پوجا شروع کر دیتے اور مرنے کے بعد اسکا بُت بنا کر باقاعدہ اسکو بھگوان یا دیوی دیوتا کہ طور پر اپنی قوم میں متعارف کروا دیا جاتا تھا۔ ان میں سے کئی راھبوں نے خود ساختہ اور اختراعی خدا بنا لئے تھے اور کچھ زندہ شعبدہ باز یا جادوگر جنکو مرنے کے بعد انکے ماننے والے پوجنا شروع کر دیتے اور انکے بت بنا کر عبادت گاھوں میں رکھدیا جاتا۔ دیوی دیوتاوں کے ان بتوں پر لوگ چڑھاوئے چڑھاتے تھے جس سے بچاری حضرات کا کاروبار خوب چلتا۔ اور وہ روز بروز امیر سے امیر تر ھوتے چلے جاتے تھے۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ آخر لوگ ایسے مقامات پر کیوں جاتے تھے جہاں سے انکو کوئی فائدہ نا ھوتا تھا۔ جبکہ لوگوں کی منتیں مرادیں اور دیگر دنیاوی خواھشات کی تکمیل آج بھی ایسی مشرکانہ عبادت گاہوں میں کسی حد تک ھوتی ضرور ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک تاریخی اسلامی واقعے کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ بات کو دلیل کے ساتھ ثابت کر سکوں۔

عزی بت کا واقعہ

عزیٰ(عز) سے مشتق ہے جس کے معنی عزت و غلبہ ہے۔ یہ قریش کی خاص دیوی تھی۔ اس کا استھان مکہ اور طائف کے درمیان وادیِ نخلہ میں حَراص کے مقام پر واقع تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہو ا تھا۔ جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا۔

نخلہ وہی مقام ہے جہاں جنوں کی پہلی حاضری کا واقعہ پیش آیا تھا۔ جب آپ ﷺ طائف سے واپسی کے وقت تلاوت قرآن فرما رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ کا گذر وہاں سے ہوا۔ وہ آپ ﷺ کی قرأت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔ بنی ہاشم کے حلیف قبیلے بنو سلیم اور بنو شیبان کے لوگ اس کے مجاور تھے۔ قریش اور دوسرے قبائل کے لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس پر نذریں چڑھاتے اور قربانیاں کرتے۔ ہو سکتا یہ قریش اور اس کے ہم نسب قبائل کی لڑائی کی دیوی ہو۔ کعبہ کی طرح اس کی طرف بھی ہَدی (قربانی)کے جانور لے جاتے اور تمام بتوں سے بڑھ کر اس کی عزت کی جاتی۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ ابو اُحّیحہ جب مرنے لگا تو ابو لہب نے کہا کہ ''کیوں روتے ہو ابو اُحّیحہ؟کیا موت سے ڈرتے ہو؟حالانکہ وہ سب کو آنی ہے ''اس نے کہا ''خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا بلکہ مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ میرے بعد عزیٰ کی پوجا کیسے ہو گی؟''ابو لہب بولا ''اس کی پوجا نہ تمہاری زندگی میں تمہاری خاطر ہوتی تھی اور نہ تمہارے بعد اسے چھوڑا جائے گا۔ ''ابو اُحّیحہ نے کہا کہ ''اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے بعد کوئی میری جگہ سنبھالنے والا ہے۔ ''

عزیٰ اصل میں ایک درخت تھا۔ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں اس پر ایک قبہ بنا ہوا تھا جس پر چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔ قریش کے نزدیک اس کی بڑی عظمت تھی۔ ابو سفیان نے احد والے دن کہا تھا ''ہمارا عزیٰ ہے تمہارا کوئی نہیں۔ ''اس کے جواب میں حضرت ﷺ نے کہلوایا تھا ''اللہ ہمارا والی ہے تمہارا کوئی نہیں۔ ''عربوں کا عقیدہ تھا کہ گرمی کے موسم میں خدا اسی استھا ن میں رہا کرتا تھا۔ بنو کنعان بھی اس کے معتقد تھے۔ بنو کنعانہ اور بنو مضر اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کے حاجب اور خدمت گار بنی ہاشم کے حلیف قبائل بنی شیبان اور بنی سلیم نے فراہم کئے تھے۔ جب اس کے حاجب سلمیٰ نے خبر سنی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اس بت کو منہدم کرنے مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے میان سے تلوار نکال لی اور اس پہاڑی پر چڑھ کر عزیٰ کے معبد میں داخل ہوا اور عزیٰ سے دعا مانگی ''اے عزیٰ تو اپنی قوت کا مظاہرہ کر اور خالد کو اپنے پاس تکنہ پھٹکنے دے۔ ''مگر حضرت خالدؓ نے نخلہ پہنچتے ہی اسے منہدم کر دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ

آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ سے پوچھا کہ تم نے وہاں کیا چیز دیکھی۔ تو حضرت خالدؓ نے عرض کیا کہ کوئی خاص چیز نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ نے کہا ”اچھا تو پھر وہاں لوٹ کر جاؤ۔ “حضرت خالدؓ حکم کی تعمیل میں جب نخلہ کی پہاڑی پر پہنچے تو دیکھا کہ معبد میں سے ایک حبشی عورت جس کے سر کے بال ایڑیوں کے نیچے زمین تک لٹک رہے تھے خوفناک انداز میں تلوار لے کر حضرت خالدؓ کی طرف جھپٹی۔ حضرت خالدؓ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اسے قتل کر دیا اور معبد کو منہدم کر کے نذرانے کا جو مال اس میں جمع تھا اپنے قبضہ میں لے کر مکہ پہنچے۔ جب انہوں نے اس کی خبر آپ ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”بس وہی عزیٰ تھی، جس کی پرستش اب تا ابد کوئی نہیں کرے گا۔ “

اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابلیس ملعون نے پتھر کے بتوں کے اندر شیاطین کو چھپا رکھا تھا جو پوجا پاٹ کے لئے آنے والے سائلین کی ضروریات کو اپنی محدود سفلی قوت کی مدد سے کسی نا کسی حد تک پورا کرتے تھے تب ہی لوگ ان پر اس قدر اعتقاد رکھتے تھے، آج بھی آپ اگر کہی بھی مشرکین کی کوئی عبادت گاہ دیکھیں تو سمجھ لیں کہ اس عبادت گاہ پر شیاطین کا تسلط اور نظر قائم ہے اور وہ مشرکین کو بھٹکانے کی خاطر مسلسل انکے معاملات زندگی میں انکے یارو مددگار ہیں۔

کالی، بھیرو، ہنومان، گنیش وغیرہ تمام کے تمام بتوں میں ابلیس نے شیاطین کو داخل کر رکھا ہے جو انہی ناموں سے دراصل جیتی جاگتی حقیقتیں ہیں انکو محض پتھر کا بت سمجھنے والے غلطی پر ہیں۔ یہ شیاطین دراصل مرئے ہوئے ساحر جنات کی ارواح ہیں کیونکہ یہ پہلے سے ہی مرئے ہوئے ہیں لھذاء انکو جلانا یا ختم کرنا ناممکن ہے تاھم انکو ایک خاص عمل کی مدد سے معلوم مدت تک ساکت ضرور کیا جا سکتا ہے۔

سفلی علوم (قسط نمبر ۴)

گزشتہ اقساط میں آپ نے سفلی علوم کی بابت بنیادی باتوں کو پڑھ لیا ہو گا اگر نہیں تو اسی گروپ میں سکرول کر کے قسط نمبر ایک تا تین پڑھیں تاکہ آپکو بات پوری طرح سے سمجھ آ سکے کیونکہ ادھوری اور نا مکمل معلومات عموماً نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ آنے والی چند اقساط میں ہم سفلی علوم کے کچھ خاص اعمال کی بابت آپکو متعارف کروائینگے یاد رہے کہ سفلی علوم صریحاً حرام ہیں اور کرنے یا کروانے والا پکا جھنمی ہے۔ ان مضامین کا مقصد سفلی علوم کو پروموٹ کرنا نہیں ہے بلکہ انکی بابت قارئین کو بنیادی معلومات فراہم کرنا ہے تاکہ انسان ان علوم اور ان علوم کے عاملین سے خود کو حتی الامکان طور پر دور رکھ سکے۔

سفلی اعمال سے دور رہنا عوام کے لئے اس لئے بھی بھت ضروری ہے کہ اول تو اسکا شمار گناہ کبیران میں ھوتا ہے کہ جو ناقابل معافی ہیں دنیاوی طور پر بھی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ عموماً سفلی عمل کرنے والوں کے اولاد نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے تو لنگڑی ،لولی اور اپاہج، کیونکہ اس نے اپنا حصار تو رکھا ہوتا ہے لیکن " شیطانی چیزیں" اس کی اولاد اور اہل خانہ کے دیگر ارکان پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں کیونکہ جنات،موکل یا کوئی بھی ناری چیز نہیں چاہتی کہ وہ مٹی (انسان) کے تابع ہو. عمل روحانی ہو یا شیطانی، دو باتیں ہوتی ہیں یا تو آپ نے اسے قابو کر لیا یا پھر وہ آپ پر حاوی ہو گئی اگر وہ آپ پر حاوی ہو گئی تو ایسے ایسے کام کرائے گئی جس کا ہوش وحواش آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا.

بنگال کا خطرناک جادو "ڈھائیا "

بنگال کا ایک جادو " ڈھائیا" انتہائی سریع الاثر اور خطرناک تصور کیا جاتا ہے. اسے ڈھائیا اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ڈھائی پل یا سیکنڈ، ڈھائی منٹ، ڈھائی گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ ڈھائی دن میں اپنا اثر دکھاتا ہے اس سے زیادہ وقت نہیں لیتا. اس عمل کا سب سے کارآمد ہتھیار "ہانڈی"ہے جو کسی کی جان لینے کے لئے چڑھائی جاتی ہے. ہانڈی کے اندر عموما چاقو،چھری،قینچی،استرا ،سوئیاں اور ایک دیا رکھا جاتا ہے .اس بارے میں مشہور ہے کہ کالے علم کے زور پر جلایا گیا یہ دیا اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ اگر کوئی طوفان بھی ہو تو یہ جلتا رہے گا اور منزل مقصود پر پہنچےگا. اس طرح بھان متی کا جادو بھی انتہائی جان لیوا ہے اور اس کا توڑ بہت مشکل سے کیا جاتا ہے یہ بھی سفلی عمل کی ایک قسم ہے.

میعادی پتلے

جادو کے اس خاص عمل میں جس پر حملہ کرنا مقصود ہو اسکا ایک موم، کپڑئے ، آٹے یا لکڑی کا پتلہ بنایا جاتا ہے میعادی پتلے کا تصور یہ کیا جاتا ہے کہ اگر چالیس دن کے اندر اس فرد کا علاج کرا دیا جائے جس کے نام کا پتلا بنایا گیا ہے تو صحیح ورنہ تقریبا علاج ہو جاتا ہے . اس عمل سے مریض کسی ایسی کاعلاج بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو اسے باآخر موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے . ابتداء میں ہدف بننے والے شخص کے جوڑوں میں درد رہنے لگتا ہے یا وہ ان مقامات پر درد اور چبھن محسوس کرتا ہے . ڈاکٹر اسے گٹھیا کا مرض قرار دیتے رہے ہیں بالآخر مریض موت کے منہ میں پہنچ جاتا ہے . اس پتلے کو عموما قبرستان میں کسی پرانی قبر کے اندر دفن کیا جاتا ہے . نوری عمل کے زریعے بھی میعاد ی پتلا تیار کیا جاتا ہے البتہ صرف کسی ظالم کو سزا دینے کے لئے . میرئے مشاھدات کے مطابق سب سے سخت اور شیطانی جادو ذکری فرقہ تصور کیا جاتا ہے یہ لوگ بیت الخلاء میں بیٹھ کر کئی کئی روز عمل کرتے ہیں اور شیاطین کے پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

ضروری نوٹ

اگر اپ کوئی عمل کریں جو سفلی ھو لیکن اپکو اسکا علم نا ھو اور نتیجتاً اپکو رجعت ھو جائے تو مبارک ہو کہ آپ اللہ سے قریب ہیں اسی طرح اگر آپ نوری عمل کریں اور رجعت ھو جائے تو سمجھ لیں کہ آپ ابھی اس علوی مخلوق کے معیار سے پست ہیں یعنی اپکا ایمان ابھی اس درجہ کا نہیں جو اس عمل کے موافق ہو۔

اسی طرح سفلی عمل میں کامیابی کا مطلب یہ ہے کہ آپ شیطان کی پسندیدہ شخصیت ہیں۔ اس عمل کی کامیابی پر خوش نا ھوں بلکہ اپنے اعمال کا اور ایمان کا جائزہ لیں اور توبہ کریں۔

خیال

کائنات کی سب سے تیز رفتار چیز خیال ہے ، جی خیال، روشنی سے بھی ذیادہ تیز رفتار کا حامل جو ایک لمحہ کے ہزارویں حصے میں دنیا کہ ایک کونے سے دوسرئے کونے میں پہنچ جاتا ہے۔ دنیا تو دنیا نظام شمسی کے سیاروں یا اس سے بھی آگے کی گلیکسیز اور اس میں موجود گردش کرتے اجسام تک پہنچنا خیال کے لئے انتہائی سھل ہے۔

خیال کی تیز رفتاری کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ یہ جس ذھن میں پیدا ھوتا ہے وہ تک اس کو گرفت میں لینے سے قاصر ہے۔ انسانی دماغ ایک سیکنڈ کے ھزارویں حصے میں لاکھوں خیالات کو پیدا اور مربوط کر سکتا ہے۔ دماغ جو انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل بناتا ہے اسکی اصل در اصل نور ہے یہ محدود نہیں بلکہ لامحدود قوتوں کا حامل ہے وہ الگ بات کہ انسان ابھی تک صرف اور صرف انسانی ذھن کا ذیادہ سے ذیادہ سات یا آٹھ فیصد حصہ ہی اپنے استعمال میں لا سکا ہے۔ اور اس پر سائنس کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ دنیا قریباً تباھی کے دھانے پر کھڑی ہے۔

محدود اور لا محدود کی بحث میں اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ جس بھی شئے کی حدود معین نا ھوں وہی لامحدود کہلاتی ہے۔ یعنی وہ چیز جو ابھی کسی بھی زاویہ سے مسلسل پھیل رہی ہو اور جمود کا شکار نا ھو لامحدود کہلائے گی۔ جیسے کائنات، کیونکہ یہ مسلسل پھیل رہی ہے لھذاء محدود ھوتے ہوئے بھی لامحدود ہے کہ اسکے پھیلاو کے عمل میں فی الوقت ٹھراو پیدا نہیں ہوا۔

یہ خیال ہی ہے کے جس کہ دوش پر سوار ھو کے نظر بد ایک سیکنڈ کے ھزارویں حصے میں دنیا کہ ایک سرئے سے دوسرئے سرئے تک پہنچ کر پتھر کے جگر کو پارہ پارہ کرتی ہے . خیال کی قوت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے اگر انسان اس پر مکمل گرفت کر لے تو یہ laser سے ذیادہ خطرناک ثابت ھو سکتا ہے۔ یہ خیال ہی کی قوت ہے جو دعاوں اور عبادات میں اثر پیدا کرتی ہے۔ اعمال و نقوش میں کامیابی و ناکامی کا دارومدار بھی خیال کی اسی قوت کا محتاج ہے۔ خیالات کا مسلسل بہاو کسی خاص سمت میں ناممکن کو ممکن میں بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ خیال دراصل توانائی کی ایک انتہائی لطیف قسم ہے جو اپنی لطافت کے باوجود ذبردست قوت کی حامل ہے۔ یہ اپکی زندگی میں خوشیاں بھر سکتی ہے یا آپکی زندگی کو برباد کر سکتی ہے۔ یہ کمان سے نکلا ایک ایسا تیر ہے جو کبھی خطا نہیں جاتا۔...

روحانیت کیا ہے

روحانیت عبادت سے ملتی ہے؟ نہیں۔ عبادت تو فرض ہے۔ وہ تو کرنی ہی ہے۔ روحانیت عبادت سے ملتی تو ہر مسجد کا امام ولی ہوتا کیونکہ کسی بھی علاقے میں ایک مسجد کے امام سے زیادہ کسی کے لئے عبادت گزار ہونا ذرا مشکل ہے۔

حدیث نبوی صلہ اللہ علیہ والہ وسلم۔ ایک گھنٹہ کسی عالم کی صحبت میں گزارنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

کیونکہ "روحانیت" مادیت سے افضل ترین ہے لھذاء اسکے حصول کے لئے بھی افضل ترین عمل کی ضرورت ہے، اور وہ عمل ہے حصولِ علم۔ آدم کا دنیا میں خلیفہ بننا بھی اسی علم کے سبب قرار پایا کہ جس سے فرشتے ناواقف تھے۔ اور علم پر ذور اس لئے دیا گیا کہ علم ہی وہ واحد ذریعہ ہے کہ جو انسان کو دیگر مخلوقات سے اشرف بناتا ہے۔ افضلیت کا یہ منصب "عرفان" کی منازل طے کئے بغیر نہیں ملتا۔ اعمال کو کتب سے رٹ کر ایک نئی کتاب یا فیسبک کے گروپ میں نقل کر دینا علم نہیں ہے۔ علم تحقیق سے حاصل ہوتا ہے۔ تحقیق کے لئے متعد اقسام کے علوم حاصل کرنا پڑتے ہیں، اسکے بعد ان علوم میں سے مختلف حقائق کو کشید کر کے آپس میں مربوط کیا جاتا ہے پھر اسے تجربات کی کسوٹی پر پرکھ کر مزید نتائج حاصل کئے جاتے ہیں تب جا کر انسان کی نظر کے سامنے سے حجابات سرکنے کا عمل شروع ھوتا ہے۔ اور انسان اس قابل ھوتا ہے کہ عملی طور پر خدمتِ خلق کر سکے۔ ایک ڈاکٹر برسوں پڑھائی کرنے کے بعد اس قابل بنتا ہے کہ کسی مریض کا علاج کر سکے، اسکے لئے اسے کسی اعلی تعلیمی ادارئے سے طب کی مکمل تعلیم حاصل کرنا پڑتی ہے۔ اسکے بعد برسوں دیگر ڈاکٹر حضرات کی زیرنگرانی کسی ھسپتال میں ہاوس جاب کرنے کے بعد وہ اس قابل ھوتا ہے کہ اپنا خود کا کلینک کھول سکے۔ اسکے مقابل نام نہاد حکیم چند کتابچے اور مرحوم دادا کی ڈائری پڑھ کر بندئے مارنا شروع کر دیتا ہے۔ آپ سمجھ گئے ھونگے کہ میرا اشارہ کس کی طرف ہے۔ تو فرق ہے۔ علم کی منزلت کو پہچانے بغیر روحانیت کا حصول ناممکن ہے۔ عبادات کی اھمیت سے نعوذ باللہ انکار کرنے والا کافر ہے لیکن وہ تو فرض ہے وہ تو کرنا ہی ہے۔

أنا مدينة العلم وعلي بابها.
میں ص علم کا شھر ہوں اور علی ع اسکا دروازہ۔

اس حدیث سے ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول ص تک پہنچنا علی ع کے وسیلے کے بغیر ناممکن ہے۔ اس وسیلے کی مدد سے ہی علم ملتا ہے اور علم انسان کو روحانیت کے لئے اھل و حقدار بناتا ہے۔ علم کے بغیر شیطانیت تو مل سکتی ہے لیکن روحانیت نہیں۔

رجعت کیوں ہوتی ہے

عمل کے دوران عامل کا حال ایسے ہوتا ہے جیسے کسی کی کلائی کی نسیں کٹ گئی ہوں۔ توانائی یعنی چی پاور کا اخراج بھت تیزی سے ہوتا ہے اگر عامل کو یہ پتہ نا ہو کہ انرجی مینیجمنٹ کیسے کی جاتی ہے تو اسکی ذاتی فریکوینسی بھت کم ہو جاتی ہے جسکے نتیجے میں وہ نظر بد، جادو، حسد اور جنات وغیرہ کے لئے ایک تر نوالہ ثابت ہوتا ہے اور تیزی سے مصائب میں گھر جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ میری یہ تحاریر کل کوئی اپنے نام سے کسی کتاب میں چھاپ دئے یا کسی اور گروپ میں اپنے نام سے پوسٹ کر دئے بحرحال لوگوں تک حق بات تو پہنچے گی چاہے چور کے ذریعے ہی پہنچے اھل اور حقدار کو اسکا حق مل جائے گا۔

عمل میں ناکانی کی ایک وجہ یہ بھی ہے-----

عالمِ ناسوت میں عالمِ ملکوت کی ہر مخلوق کا بہروپیہ موجود ہے، ہر مَلک عالم ناسوت میں اپنا کم از کم ایک یا متعد ہمنام رکھتا ہے جو عامل کو راہ سے بہٹکانے کے لئے کلیدی حیثیت کا حامل ہوتا ہے، یہ سفلی مخلوقات حجابات میں ہونے کے سبب اکثر خود بھی شیطان کی پیروکار بن جاتی ہیں اور خاص کر حاضرات کے عمل میں بھت ہی خطرناک ثابت ہوتی ہیں کیونکہ عامل اپنے تئیں علوی مخلوق سے ربط کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اپنی لاعلمی اور نااہلی کے سبب عالمِ ناسوت سے بالا پرواز ہی نہیں کر پاتا بالفرض محال عالم ملکوت تک رسائی حاص کر بھی لے تب بھی عالمِ ناسوت کا باسی ہونے کے سبب اکثر دھوکہ کھا جاتا ہے اور شیاطین کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ یہاں میں ایک رازؔ آشکار کرنے لگا ہوں جو میرئے نزدیک بیشک صدقہ جاریہ ہے، جب بھی کبھی اپکا سامنا کسی ایسی مخلوق سے ہو جو بظاہر نوری لگے اس سے ایک سوال ضرور پوچھیں اور وہ سوال یہ ہے کہ تیرا مالک کون ہے۔ وہ چاھتے ہوئے بھی اس سوال کا جواب غلط نہیں دئے پائے گا۔ دعوی ہے میرا۔ ممکن ہی نہیں کہ اس سوال کہ جواب میں وہ غلط بیانی سے کام لے۔ یہی ایک ایسا راز ہے کہ جسے پا لینے کہ بعد آپ شیطان کے کئی خطرناک اور جان لیوا پینتروں سے بچ سکتے ہیں۔ اور عمل میں ناکامی کا بڑا سبب بھی یہی ہوتا ہے کہ اصل محرک تک عامل کی رسائی ہونے سے پہلے ہی اسکا عمل عالمِ ناسوت میں ہی اچک لیا جاتا ہے۔

حروف تہجی موکل کیوں رکھتے ہیں؟

یہ سوال اکثر میرے ذھن میں اُٹھتا تھا کہ آخر حروف تہجی موکل کیوں رکھتے ہیں، فرشتے خدا کی عبادات کے لئے ہیں تو وہ حروف سے متصل کیوں ہیں اور اگر یہ محافظ ہیں، تو حروف کو بھلا کوئی کیسے چُرا سکتا ہے؟

لمبے عرصے کی تحقیق کے بات میں اس نتیجے پر پہنچا ھوں کہ کیونکہ حروف قوت رکھتے ہیں اور قوت ایک قسم کی دولت ہی ہے جسکا غلط استعمال عین ممکن ہے لھذاء اس قوت کی حفاظت کے لئے اللہ تعالی نے موکلین مقرر فرمائے ہیں تاکہ غیر مسلم حروف کی ان قوتوں سے فائدہ نا اُٹھا سکیں۔ یاد رہے کہ میں نے لفظ غیر مسلم استعمال کیا ہے اھل یا نا اھل نہیں۔ ہر وہ شخص جو اللہ کو ایک مانتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رسول اور قران کو کتاب الھی، مسلمان ہے۔ اور حروف کی ان قوتوں سے روحانی استمداد حاصل کر سکتا ہے، بشرطیکہ مشیت الھی شامل ہو، باقی دلوں کے حال اللہ بہتر جانتا ہے، مختصراً یہ موکلین حروف کی اس قوت کو مشرکین و منافقین کی پہنچ سے دور رکھتے ہیں اور تمام بدنیت افراد کو حروف کی اس مقدس روحانیت کے غلط استعمال پر قرار واقع بحکم خداوندی دیتے ہیں۔

حروف جب الگ الگ پڑھے جائیں تو انکی قوت کچھ اور ہے لیکن جب مرکب کئے جائیں تو انکی قوت انکی تراکیب کے لحاظ سے بدل جاتی ہے، مثلاً حرف الف اسم اللہ کا پہلا حرف ہے لیکن ابلیس کا بھی پہلا حرف ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اسم ابلیس کا الف وہ روحانی قوت نہیں رکھتا جو اسم اللہ کا رکھتا ہے، پس ثابت ھوا کہ حروف الفاظ میں ڈھل کر نا صرف اپنی معانی بلکہ اپنی روحانی قوتوں کو بھی تبدیل کر لیتے ہیں۔

حروف جب الگ تنہا ہیں تو انکی کسی سے نسبت نہیں یہ پاک ہیں اور اپنے موکلین رکھتے ہیں، جب انکی نسبت قران سے ھوتی ہے یا اسمائے الھی سے ھوتی ہے تو اس نسبت کے طفیل انکی عظمت، قوت اور موکلین سب بدل جاتے ہیں۔

اسکے برعکس جب ان ہی حروف کی نسبت شیطان اور اسکی ذریت سے جڑتی ہے تو وہاں شیاطین ان حروف یا الفاظ کے معاون و مددگار بن جاتے ہیں کیونکہ جہاں غلاظت ھوتی ہے وہاں سے نیک ارواح اور فرشتے رخصت اختیار کر لیتے ہیں۔

جنات کی حاضری

جنات نکالنے کے لئے جنات کی حاضری مریض پر کروانا ایسے ہی ہے کہ جیسے سینے میں چند انچ دھنسی ہوئی گولی کو بجائے سامنے سے کھینچ کر نکالنے کے اسے ٹھوک کر کمر سے نکالا جائے۔ جنات کی حاضری کسی بھی انسان پر کروانا ایک ظلم ہے جبکہ وہ پہلے سے ہی جنات کے حملوں کا شکار ہو۔ یہ حاضری انسانی دل و دماغ پر اتنے منفی اثرات چھوڑتی ہے کہ جو سالوں کی آسیب زدگی کے برابر نقصان دہ ہوتی ہے۔ جن لوگوں کے اپنے پلّے ماسوائے کسی ٹوٹکا نما عمل کے کچھ نہیں ہوتا وہی اس قسم کی حاضریوں کاسہارا لیتے ہیں وگرنہ وہ عامل ہی کیا کہ جسے جن سے گفتگو کرنے کے لئے کسی انسانی جسم کے وسیلے کی ضرورت پڑئے۔ میں نے ہزاروں میل دور بیٹھے بیٹھے سینکڑوں لوگوں کا کامیاب علاج کیا ہے الحمدللہ اور مریض کو احساس تک نا ہوا کہ کب اور کیسے اسکے جسم میں سے خبیث جنات اور ارواح کو کھینچ کر جھنم واصل کیا۔

حاضری والے عاملین سے ہر حال میں بچیں کیونکہ یہ ایک انتہائی خطرناک عمل ہے جسکے نتیجے میں مریض کو جتنا فائدہ ہو سکتا ہے اس سے کئی گنا ذیادہ نقصان کا احتمال یقینی ہے۔

جنات شہروں میں کیوں؟

آپ یہ سوچ رہے ہونگے کہ آخر جنات شہروں میں اس قدر کیوں ہیں جبکہ انہیں تو ویرانوں میں ہونا چاہئے، تو عرض یہ ہے کہ جنات شوق سے لوگوں پر مسلط نہیں ہوتے بلکہ انھیں جادو کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ جفر آثار اسقدر مشکل علم ہے کہ پہلے تو اسے سمجھنے کے لئے ہی انسان کو بھت پڑھا لکھا اور ذھین ہونا چاہئے۔ پھر نقوش کی تیاری کے لئے علم نجوم میں مہارت بھی لازم ہے اسکے بعد حساب کتاب کرنا اور لوح یا نقش لکھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

اب آ جائیں قرانی عملیات کیطرف تو ان میں اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ لوگوں کے اعمال اس قابل نہیں کہ انکی دعاوں میں اثر پیدا ہو، لے دئے کے بچا شیطان اور اسکی ذریت یعنی سفلی اعمال اور سفلی مخلوق۔ تو انکے لئے ایک تو صوم صلوۂ کی پابندی نہیں ہوتی دوسرئے یہ بھت اسانی سے انسان کے ہمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ مختلف منتروں کے جاپ یا چلوں سے متحرک ہو کر اپنے عامل کی بھرپور معاونت کرتے ہیں۔ انسان جتنا غلیظ اور گناہگار ہو گا اتنا ہی ذیادہ شیطان کا چھیتا ہو...

بس یہی سبب ہے کہ اجکل ہر دوسرا شخص جنات کی گرفت میں ہے اور مسلط کروانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ اسکے اپنے قریبی دوست یا رشتے دار ہوتے ہیں۔ اللہ ہم سبکو شیطان کے اور انسانوں کے اشرار سے محفوظ رکھے آمین۔

جنات کی بابت ایک تبصرہ

اج اتفاق سے ایک اردو ٹی وی چینل ٹیون کیا تو میزبان بڑئے زور و شور اور وثوق کے ساتھ ایک واقعہ بیان فرما رہے تھے۔ انکی لمبی چوڑی تمھید اور گفتگو کا لب لباب کچھ یوں تھا کہ انکے کسی دوست نے کسی پیر صاحب سے جنات کا علاج کروایا بقول ان صاحب کے پیر صاحب کے پاس ایک ہزار جنات کا لشکر تھا۔ میزبان حضرت ایک دن ان پیر صاحب سے ملے اور جیب سے ایک لاکھ روپے نکال کر انکو چیلنج کیا کہ پیر صاحب اگر اپکے جنات ھیں تو انکو کہیں کہ صدر امریکہ کو دو تھپڑ لگا کر بیہوش کر دیں اور یہ ایک لاکھ نقد مجھ سے اسی وقت لے لیں۔ پیر صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا جسکا نتیجہ میزبان صاحب نے یہ نکالا کے پیر صاحب فراڈ ہیں۔

اب وہ پیر صاحب فراڈ تھے یا نہیں، میں نہیں جانتا اور نہ ہی میرا مقصد ان کی وکالت کرنا ہے۔ البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ بیشتر لوگوں کے ذھن میں اسطرح کے خیالات پیدا ھوتے رھتے ھیں اور وہ بغیر سوچے سمجھے حقائق کو نظرانداز کر دیتے ھیں۔

میں آج آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، اگر آپ مسلمان ھیں تو شیطان کی موجودگی اور دائمی زندگی سے انکار کرنا آپکے لئے ناممکن ھو گا۔ شیطان نا صرف ایک جن ہے بلکہ اسوقت دنیا میں موجود تمام شریر جنات کی نسبت سب سے ذیادہ طاقتور جن ہے۔ تاریخِ انسانی میں حضرت آدم ع سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ماسوائے چند انبیاء کہ کسی نے بھی شیطان کو دیکھنے کا دعوی نہیں کیا۔ شیطان جو کہ انسان کا کھلا دشمن ہے اجتک نا تو کسی کو نظر آیا اور نا ہی اسکے نادیدہ ہاتھوں، لاتوں یا گھونسوں سے کسی کی ٹھکائی ہوئی۔ گو فیسبک یا یوٹیوب پر چند ایسی ویڈیوز موجود ہیں کہ جن میں لوگوں کو نادیدہ جنات کے ہاتھوں پٹتے دکھایا گیا ہے لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ یہ ویڈیوز صرف اور صرف سستی شھرت حاصل کرنے کے لئے فلمائی گئی ھیں۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب شیطان جیسا طاقتور جن ہم کو کھلی آنکھوں سے اجتک نظر نا آیا جبکہ ہر مسلمان کا یہ یقین ہے کہ یہ ہمہ وقت ہر انسان کو بھکانے اور ورغلانے میں مصروف رہتا ہے، تو پھر

پیر صاحب سے اس بات کا مطالبہ کرنا کہ وہ اپنے جنات کو کہیں کہ جا کر امریکی صدر کو دو تھپڑ رسید کریں، کہاں کا انصاف ہے؟ میں پہلے یہ بات متعد بار بیان کر چکا ہوں کہ جنات لطیف اجسام رکھتے ھیں اور وہ اگر انسانی جسم کو چھو بھی سکتے ھیں تو اس لمس کو محسوس کرنا صرف خاص قسم کی دماغی کیفیت میں ہی ممکن ہے کیونکہ اس لمس کا تعلق انسان کے جسد خاکی کی بجائے جسم لطیف سے ھوتا ہے۔ اور جبتک انسانی دماغ کی فریکوینسی ایک خاص حد کو نا چھو لے جنات کو دیکھنا یا انکے لمس کو محسوس کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

جو لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ جنات مادی اشیاء کو متحرک کر سکتے ھیں انکو اسطرح کے سوالات کے لئے تیار رھنا چاھیے، اگر اس بات کو سچ مان لیا جائے تو اج کے دور میں لوگوں کی اکثریت نا صرف شیطان کو پبلک مقامات پر دیکھ چکی ھوتی بلکہ اس سے بُری طرح پِٹ بھی چکی ھوتی۔ کیونکہ شیطان انسان کا سب سے بڑا دشمن ھونے کے ساتھ ساتھ دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور جن بھی ہے۔

جنات کو سمجھنے کے لئے جان لیوا مہلک بیماریوں کے جراثیموں کو سمجھیں یہ جراثیم جو کھلی آنکھ سے دیکھنا ناممکن ہے انسان کو چند ماہ میں موت کے گھاٹ اتارنے کی اھلیت رکھتے ہیں۔ جیسے کینسر، ایڈز، وغیرہ۔ اب کوئی یہ کہے کہ کینسر کا جراثیم جائے اور فلاں کو دو تھپڑ رسید کرے تو میں مانوں۔

بائیو کیمیکل ہتھیار جو دراصل اسی طرح کے خطرناک جراثیموں پر مشتمل ھوتے ہیں ایٹم بم سے بھی زیادہ مہلک ہیں اور پل بھر میں ھزاروں جانیں لے سکتے ھیں وہ بھی کسی شخص کو مکے اور لاتیں نہیں مار سکتے۔ جنات مشابہ ہیں ان ہی جراثیم کے جو لطیف اجسام رکھتے ہیں اور انسان کو مختلف جسمانی اور روحانی بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ھیں لیکن کسی کے تھپڑ رسید نہیں کر سکتے۔

کسی بھی مستحصلہ جفر میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہونی چاہئے۔

۱۔ سطر اساس سوال کی محوری خصوصیت کو برقرار رکھتے ہوئے واضح تغیرات کے ساتھ منطبق ہو سکے۔

۲۔ قانونِ تکسیرِ موخر صدر یا صدر موخر کا اطلاق کم از کم ایک مرتبہ ہوا ہو۔

۳۔ سطر مستحصلہ کم سے کم امدادی حروف اور معمولی تقدیم و تاخیر سے نطق ہو۔

۴۔ جوابی حروف میں مکمل حروفِ ابجد قمری پیدا ہونے کی گنجائش موجود ہو۔

۵۔ سوال یا وقت سوال میں خفیف تر تبدیلی سطر اساس کو مکمل طور پر بدلنے کی باعث ہو۔

بس یہی پانچ قوانین ہیں جو میری برسوں کی تحقیق اور تجربے کا نچوڑ ہیں۔ جو بھی قاعدہ مزکورہ بالا شرائط پر پورا اترتا ہو میرئے نزدیک بھت اهم ہے۔ گو جواب تو طرح عنصری سے بھی لیا جا سکتا ہے لیکن ایسے قواعد کثرتِ جوابات کے سبب سراسر الہامی نوعیت کے ہیں۔ اور انسان کیونکہ نسیان کا مرکب ہے لھذاء کوشش یہی کی جائے کہ قاعدہ کے چناو میں ہر ممکن احتیاط برتی جائے۔ باقی جواب کی منزل تک پہنچنا ہر کسی کے نصیب میں نہیں پھر چاہے قاعدہ ناطق بالجبر ہی کیوں نا ہو۔

جذب

بارش ہو رہی ہو اور ایک برتن الٹا پڑا ہو کیا پانی اس میں جائے گا؟ نہیں۔ اللہ کی لاتعداد صفات میں سے ایک صفت یا حی یا قیوم ہے کہ جس سے اسکی رحمت ایک خاص انرجی کی صورت جاری و ساری ہے جیسے جاپان میں "کی"، انڈیا میں "پرانا" اور چائنا میں "چی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ توانائی ہے تو ہماری روحانی و جسمانی صحت برقرار ہے اس توانائی کا گزر انسانی جسم میں موجود chakras یا لطائف اور meridians یا ناڈیز میں سے ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ کی کچھ رحمتیں انسان، کچھ مسلمان اور کچھ مومنین کے لئے ہیں۔ ہوا، پانی، رزق اور یہ خاص توانائی یعنی "چی" صفت اللہ، یاحی و یاقیوم سے جاری ہے اور مذہب و ملت سے مبراء تمام انسانوں کے لئے ہے پھر چاہے کوئی کافر یا مشرک ہی کیوں نا ہو۔ بالکل ویسے جیسے ہوا پانی غذا وغیرہ سب کے لئے ہیں۔ صرف مسلم کے لئے نہیں۔ چکراز کی بستگی انسان کو بارش میں الٹے رکھے برتن کی مانند کر دیتی ہے جس میں پانی کا ایک قطرہ جانا بھی ممکن نہیں۔ تو جب ان چکراز یا لطائف میں بستگی پیدا ہوتی ہے تو اس توانائی کے گزر میں رکاوٹ کے سبب انسان کی روحانی و جسمانی صحت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اوراز میں توڑ پھوڑ انسان کو کئی جسمانی و روحانی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔...

اس توانائی کے سہل گزر کو ممکن بنانے کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے جس میں لطائف کی شرح اور اوراز کی مرمت اہم جُز ہے۔ جو کافی پیچیدہ عمل ہے اور جب تک اسکی بابت مکمل جانکاری حاصل نا ہو یہ عمل کرنا ممکن نہیں۔ بخوف طوالت تحریر کو روکتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ علم ہی ہے جو عالم لاھوت و ناسوت میں انسانی تصرف کو ممکن بناتا ہے۔

تھاٹ فارمز

انسان کا اورا قوتِ حیات یا جسے مختلف زبانوں میں پرانا، چی فورس، لائف فورس یا کی کہتے ہیں سے بنا ہوتا ہے۔ جب انسان کسی خیال، جذبے یا خواھش کو اپنے ذھن میں جنم دیتا ہے اور اسکو اپنے ارادئے اور ارتکاز کی سے قوت بخشتا ہے، جو ایک قدرتی عمل ہے، تو اس سے انسان کے اورا میں بھت شدت سے کچھ لہریں ارتعاش پذیر ھوتی ہیں۔ جو اھستہ اھستہ ایک گولے کی سی صورت اختیار کر لیتی ھیں جو چی فورس سے مکمل طور پر لبریز ھوتا ہے۔ یہ تھاٹ فارم انسان کے اورا کے اندر کچھ گھنٹے یا کچھ دن برقرار رہتی ہے اور انسان کے اپنے اور اطراف کے لوگوں پر اچھا یا بُرا اثر، اپنی طبع کے حساب سے مرتب کرتی رہتے ہے۔ بعض دفعہ یہ تھاٹ فارم اتنی تیزی کے ساتھ پیدا اور مرتعش ھوتی ہے کہ انسانی اورا کو چھوڑ کر اسٹرال پلین پر سفر کرتی ھوئی دور تک جاتی ہے لیکن آھستہ آھستہ اسکی قوت کمزور پڑ جاتی ہے اور یہ بالآخر آسٹرال پلین میں ہی تحلیل ھو جاتی ہے۔

سحر، جادو یا طلسم میں ان تھاٹ فارمز سے جانے انجانے میں ہر کوئی کام لیتا ہے۔ مثال کے طور پر جب طالب مطلوب کا خیال ذھن میں رکھ کر یا ودود کا ورد کرتا ہے تو اسکے بدن سے ایسی ہی تھاٹ فارم ایک گولے کی صورت میں ظاھر ھوتی ہے اور تیزی سے مطلوب کیطرف سفر کرتی ہے اسکی قوت کا دارومدار طالب کے اورا کی مظبوطی، اسکے ارادئے کے استحکام اور جذبے کی شدت پر ھوتا ہے یعنی طالب کا اورا، ارادہ اور جذبہ جسقدر قوی اور شدید ھو گا یہ تھاٹ فارم اتنی ہی طاقتور ھو گی۔ تاہم یہ تھاٹ فارم ذیادہ سے ذیادہ سات دن تک زندہ رھتی ہے پھر تحلیل ھو جاتی ہے۔

یہ تھاٹ فارم اگر اتنی قوت کی حامل ھو کہ طالب کے اورا کو چھوڑ کر مطلوب کے اورا میں داخل ھو جائے تو فوراً مطلوب کے ذھن پر اثرانداز ھونا شروع ھو جاتی ہے۔ اب مطلوب جتنا ذیادہ حساس ھو گا اور اسکا اورا جتنا ذیادہ کمزور ھو گا اس تھاٹ فارم کا اثر اتنا ہی ذیادہ اس انسان کی سوچ اور جذبات پر پڑئے گا۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ ایک حساس آدمی کا اورا کمزور بھی ھو۔

ارتکاز توجہ

کسی عبارت کی مسلسل تکرار لاشعور کو مزکورہ عبارت کی روحانی یا شیطانی قوت سے متصل کر دیتی ہے۔ تکرار کی تعداد کا تعین ہر انسان کی اپنی ذہنی صلاحیت اور ارتکازِ توجہ پر مبنی ہے، مجھے کسی بھی شے کی روحانی قوت سے متصل ہونے کے لئے ذیادہ سے ذیادہ سو کی تعداد پوری کرنا پڑتی ہے۔

علم جفر آثار میں حروف کی زکوہ دراصل اسی اصول سے وابستہ ایک مشق ہے۔ کسی بھی روحانی قوت تک پیغام رسانی کرنا لاشعور کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ لاشعور تک رسائی ارتکاز کے بغیر ممکن نہیں۔ تکرار شعور کو تھکا کر بیزار کر دیتی ہے اور لاشعور شعور کی جگہ فعال ہو جاتا ہے۔

کون ہے جو آپکو یہ باتیں بتائے گا۔ یہ وہ رموز ہیں کہ جن پر چل کر آپ روحانیت کی دنیا میں بیحد کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ میری باتوں کو بغور پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

بدوح کا مطلب (از قلم میر رمز)

خالصتاً علمی موضوع ہے، جس پہ ہر کسی کو بات کرنا مناسب نہیں، دراصل عربی حروف کی ہر گردانِ تہجی یعنی 28 کامل حروف کی ہر وہ ممکنہ صورت جو الفاظ میں ڈھل سکے کامل اساس کہلاتی ہے، یہ اساس چھے لاکھ چودہ ہزار چھے سو چھپن (614656) اباجدِ قمریہ پہ مشتمل ہے، یہ اباجد تو فقط ابجدِ قمری سے ملحقہ ہیں، جبکہ باقی 784 گردانوں کی ہر گردان سے اتنی ہی اباجد کا استخراج ہوتا ہے، یہ موضوع نہایت دقیق و شرح طلب ہے اور اسکے بیان کے لیئے کئی دفاتر کی ضرورت ہے، جامع الجفرِ کبیر کی ترکیب میں یہی قانون مستعمل ہے. البتہ زیرِ بحث اسم پہ بات کریں تو اتنا مدِ نظر رہے کہ ابجد (معروف بہ ابجد القمریہ) سے مستخرجہ ہر لفظ، چاہے وہ یک حرفی ہو، چاہے دو حرفی چاہے سہ حرفی یا چاہے جس قدر حروف پہ مبنی ہو، البتہ لفظ ہو، اس اسم سے موسوم ایک ملَک عالمِ علوی میں اور ایک ملَک عالَمِ اسفل میں موجود ہوتا ہے. یہ علم الاسرار کا عظیم ترین راز تھا، جس کا بیان قطعاً یہاں تفریحاً نہیں کیا بلکہ فقط رضوی صاحب اور چند خواص کے لیئے کیا ہے.. یقین ہے کہ وہ اس امر کو سمجھ جائیں گے. انہی حروف میں سے مزوجاتِ احاد جو کہ "ب-د-و-ح" پہ مشتمل ہیں ان کا اسمِ مرکب "بدوح" ہوا..

اس اسمِ کامل کا یقیناً ملَک بھی ہے اور جن بھی ہے ، باقی بھی کئی انواع ہیں جن میں اس اسم "بدوح" سے موسوم کئی "مسمٰی" ہیں.
اور چونکہ یہ اسم ہے ، اور لسانیات کے ماہرین کئی اسماء کی اولیت کے قائل ہیں تاریخ کے حوالے سے ، ابجد میں لفظی اعتبار سے مرکب ہو کر یہ اسم کی صورت تو بن گیا لیکن عربی زبان میں اس اسم کی تلفیظ کی گنجائش نہیں ہے ، لہذا یہ اسم تو بہرحال ہے ، البتہ عربی زبان میں اسم کے طور پہ نہیں..
لفظی اعتبار سے اگرچہ عربی میں موجود ہے اور اس لفظ کا مصدر "بدح" ہے. باقی مختلف حالتیں ہیں اس کی..
اب اس کو کسی اور معروف زبان میں اگر تلاش کیا جائے تو عبری یعنی عبرانی زبان اور سرياني زبان کی بھی کسی لغت میں اس لفظ پہ مشتمل کوئی اسم نہیں ہے ..
البتہ چونکہ ترکیب کے لحاظ سے مرکب ہے ، لہذا اسم تو ہے .. جس کا حقیقی معنٰی معصوم ہی جانتے ہیں، اس اسم کا اسمائے الٰہیہ میں ہونے کی دلیل شیخِ بہائی جیسے جلیل القدر عارف کا اپنی کتاب میں بیان کرنا ہے ..
البتہ آثار الجفر کی رُو سے اس اسم کی تاثیر مزوجات کا مصدر ہونے کے سبب ہے ..
اور کامل ترین اعداد ہونے کے باعث یہ اسم جذب کی بے انتہا قوت کا وسیلہ ہے .. اس کی تحریک مختلف قوانینِ جذب کے تحت علماء و حکمائے جفر میں رائج ہے ، جن میں سے کسی پہ بھی عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے اور اس اسم کی قوت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے .
جس طرح اس اسم کی منصوب صورت میں جذب کی تاثیر ہے بعینہ اسکی معکوس صورت میں طرد و دفع کی شدید ترین تاثیر موجود ہے .
اور اس تاثیر کا ایک سبب کچھ حکمائے جفر کے مطابق ھجاء اور کچھ کے مطابق روح الجفر یعنی اعداد ہیں.. مجھ جاھل کے نزدیک دونوں باتیں درست ہیں..
یہ مجھ حقیر کا ناقص تجربہ و مطالعہ ہے ، حقیقتِ حال سے فقط مالک آگاہ ہے ..

اوراز

انسان کب بیمار ہوتا ہے؟ جب کسی بیماری کا جراثیم اس پر حملہ کرتا ہے۔ انسانی جسم کا مدافعاتی نظام اگر کمزور ہو تو جسم بیمار پڑ جاتا ہے۔ جسم میں سے بیماری کو دور کرنے کے لئے اینٹی بائیٹک ادویات کا استعمال کرنا پڑتا ہے جو برئے جراثیم کے ساتھ اچھے جراثیم کا بھی خاتمہ کر دیتی ہیں جس سے انسان کا مدافعاتی نظام مزید خراب ہو جاتا ہے۔ اور مزید بیماریاں حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ ادویات اور ڈاکٹرز کے لمبے لمبے بِل بھرتے بھرتے انسان قبر میں جا پہنچتا ہے۔ اب اگر اپ بیماری سے بچنا چاھتے ہیں تو اسکی دو بہترین صورتیں ہیں۔ نمبر ایک کہ اپنے ماحول کو جراثیم سے پاک رکھیں۔ نمبر دو کہ اپنے مدافعاتی نظام کو بہتر خوراک اور ورزش سے مظبوط بنائیں۔ نتیجتاً جراثیم پہلے تو اپ تک پہنچے گا ہی نہیں کیونکہ ماحول صاف ستھرا ہو گا اور بالفرض محال پہنچ بھی گیا تو جسم کے مدافعاتی نظام سے ٹکرا کر فنا ہو جائے گا۔ اپ سوچ رہے ھونگے کہ روحانیت پر مضامین لکھنے والا یہ شخص اچانک ڈاکٹر کیسے بن گیا۔ تو یہ تمہید تھی اور میرا مقصد اپکو کچھ سمجھانا تھا۔

تو بات یہ ہے کہ قدرت نے جیسے انسان کو جسمانی بیماریوں سے بچانے کے واسطے ایک مدافعاتی نظام رکھا ہے بالکل اسی طرح اسے دیگر روحانی افات سے بچانے کے لئے بھی ایک مدافعاتی نظام رکھا ہے جسے اوراز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان روحانی افات میں نحوست سیارگان، سحر، جادو، نظر بد، اسیب، خبیث ارواح وغیرہ شامل ہیں۔ جب انسان کا اورا کمزور ہوتا ہے تو یہ افات انسان کے جسم و روح اور تقدیر کو اپنی گرفت میں لے کر برباد کر دیتی ہیں۔ پھر انسان کبھی نجومیوں کے پاس کبھی عاملوں کے پاس بھاگتا نظر اتا ہے نجومی کہتا ہے فلاں سیارہ تمھاری کنڈلی میں نحس بیٹھا ہے تو یہ پتھر پہنو عامل کہتا ہے کہ جادو کا اثر ہے یہ تعویز یا لوح پہنو۔ پھر ان میں کونسا عامل سچا اور کونسا فراڈ اللہ ہی بہتر جانے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انسان اس گورکھ دھندئے میں پڑنے کی بجائے اور در در عاملوں اور نجومیوں کی چوکھٹ کھٹکانے کی بجائے اگر قدرت کے بنائے ہوئے اس حفاظتی حصار کو مظبوط کر لے تو نا تو کسی سیارئے کی نحوست اسکا کچھ بگاڑ سکتی ہے اور نا ہی کسی کی نظر یا جادو اسانی سے اس پر اثر انداز ھو سکتا ہے۔ اپ اپنے اوراز کو مظبوط کریں۔ اور اپنے گھر کو منفی قوتوں سے پاک رکھیں تو کوئی طاقت اپکو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

روحانی علوم کے فوائد

انسان جسم، عقل، نفس اور روح کا مرکب ہے ، کیونکہ روح ہر کسی میں ہے لھذاء ہر کوئی روحانی قوت کو حاصل کر سکتا ہے۔ روحانی قوتوں کے حصول سے انسان نا صرف اپنی زندگی میں کھڑی ھونے والی بیشتر رکاوٹوں کو دور کر سکتا ہے بلکہ ان ہی رکاوٹوں کو ترقی کے مواقعوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔

تندیِ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے
اقبال

خوف، عدم تحفظ اور احساس کمتری کو لے کر انسان ساری زندگی دوسروں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کر سکتا ہے یا پھر روحانی قوت کی مدد سے ان تمام منفی احساسات کو مثبت طرزِ عمل اور طرزِ فکر سے تبدیل کر سکتا ہے۔ علم ایک طرح کی طاقت ہے جبکہ روحانی علوم طاقت کی انتہا ہیں۔ روحانی قوت کے حصول سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ روحانی علوم انسان کے شعور کو وسعت دیتے ہیں اور اس دنیا میں انسان کی ایک طاقتور اور زندگی سے بھرپور خلقت کی تصدیق کرتے ہیں۔
۲۔ روحانی علوم انسان کے جسم، عقل اور روح کے درمیان ایک توازن قائم کرتے ہیں۔
۳۔ انکی مدد سے انسان کی معاشرتی اور معاشی زندگی پر بھت خوشگوار اثر پڑتا ہے۔
۴۔ روحانی علوم نا صرف مساوی کائناتوں کی بابت انسان کو معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ انسان کو انکے موافق بھی بناتے ہیں۔
۵۔ یہ انسان میں ایسی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں کہ جو جملہ مقاصد کے حصول کے لئے کلیدی حیثیت کی حامل ھوتی ہیں۔
۶۔ یہ علوم انسان کو اس بات کا ادراک دیتے ہیں کہ انسان کی روحانی ترقی کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہ عمر بھر جاری رھنے والا سفر ہے۔
۷۔ روحانی علوم کے حصول سے انسان کو ان تمام سوالات کا جواب مل جاتا ہے کہ جو ایک عام انسان کے لئے دیومالائی کھانیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

باطنی نگاہ کا کورس تمام مندرجہ بالا نکات کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کورس کے بے پناہ دنیاوی و روحانی فوائد ہیں بشرطیکہ کورس میں تعلیم کئے گئے علم کو نا صرف سمجھا جائے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ کیونکہ مولی علی ع کا قول ہے کہ جھاں عمل نہیں ھوتا وہاں سے علم رخصت ھو جاتا ہے۔...

امداد غیبی

کسی بھی اسم، عمل یا آیت سے غیبی امداد حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ پہلے اسکے موکلین سے انسیت پیدا کی جائے، اس مقصد کے حصول کے لئے زکات ادا کی جاتی ہے۔

قران و احادیث سے ثابت ہے کہ عقل نور ہے، اور تکرارِ مسلسل کسی خاص اسم یا عبارت کی دماغ کی ساخت کو بدل کر اس مخصوص روحانی قوت کے موافق کر دیتی ہے۔ ملائک بھی نور سے بنی مخلوق ہیں تو جب ذہنِ انسانی کا نور تکرارِ عبارت سے تبدیل ہو کر اس نور کے موافق ہو جاتا ہے، تو دونوں میں بسببِ موافقیت انسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تاہم ان اعمال سے قبل انسان کا شریف النفس ہونا لازم ہے وگرنہ سخت رجعت کا احتمال ہے۔

کسی بھی اسم، ایت یا عمل کو چالیس دن کی مدت میں سوا لاکھ مرتبہ پڑھنے سے اس عمل کی زکاتِ اکبر ادا ہو جاتی ہے۔ لازم ہے کہ کسی بھی عمل کی زکات ادا کرنے سے پہلے استخارہ کر لیا جائے، یا کسی ماہرِ فن سے مشورہ کر لیا جائے تاکہ رجعت کی صورت میں کوئی امداد کر سکے اور اول تو رجعت ہونے ہی نا دئے۔

تمام حروف، اسمائے الھی، اور آیات قرانی موکلین رکھتے ہیں، لھذاء اگر درست طریق سے زکات ادا کی جائے تو غیبی امداد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تاہم خرقِ عادات کا ظہور کرنے کے لئے اور بھی بہت سے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔ وہ فیالحال ہمارا موضوع نہیں ہے۔

اپ اپنے مقصد کے موافق اسم کی زکات ادا کریں لیکن پہلے حروف تہجی کی زکات ادا کریں، انشاللہ ناکامی نہیں ہو گی۔

زکوہ حروف تہجی

آپکو یہ بات عجیب لگے گی لیکن میری عادت ہی عجیب باتیں کرنے کی ہے ، عام طور پر الواح بنانے کے لئے مخصوص اوقات کا انتظار کیا جاتا ہے جو مبتدی حضرات کے لئے واقعی ایک لازم شے ہے لیکن کہنہ مشق عاملین کے لئے اسکی اھمیت اگر ہے بھی تو آٹے میں نمک کے برابر اور یہ بات میں پوری ذمہ داری، تحقیق اور وثوق سے کر رہا ہوں یقین نا ھو تو آزما کر دیکھیں۔ حالتِ شرف میں لوح بنائیں اور دوسری کسی بھی وقت دونوں کی تاثیر میں اگر کوئی فرق ھو تو پھر مجھے کہیں۔

اب بات کھل ہی گئی ہے تو یہ بھی سن لیں کہ حروف تہجی کی زکات سے موکل راضی نہیں ھوتے۔ یہ صرف ایک دماغی ورزش کا نام ہے اور اسکا مقصد صرف اور صرف دماغ کے اُن سوئے ھوئے خلیوں کو بیدار کرنا ہے کہ جو انسان کو ماورائی قوتوں کا حامل بنا دیتے ھیں۔ تکرار مسلسل کسی بھی حرف کی دماغ کی فریکونسی کو الفا میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پھر ھوتا یہ ہے کہ کیونکہ تکرار حروف کی ھوتی ہے لھذاء جونہی حروف سامنے آتے ہیں ہیپناٹزم کے اصولوں کے تحت عامل کا دماغ خودبخود الفا حالت میں یا عالم استغراق میں چلا جاتا ہے۔ اور اسکے عمل میں تاثیر پیدا ھو جاتی ہے۔ کبھی آپ نے ونڈوز کو سیف موڈ میں چلایا ہے؟ اس حالت میں کمپیوٹر کم سے کم میموری اور پروگرامز کو استعمال کرتا ہے لھذاء بھت کم ٹاسکس سرانجام دئے سکتا ہے۔ انسانی ذھن کی عام حالت یعنی بیٹا دراصل ایک طرح کا سیو موڈ ہی ھوتا ہے۔ یعنی اس حالت میں انسانی ذھن تناو کا شکار اور چوکنا ھوتا ہے۔ اور اس حالت میں لاشعور جو اصل روحانی قوت کا حامل ہوتا ہے انسان کی پہنچ سے کوسوں دور ہوتا ہے اسی سبب سے عمل کی قوت عالم لاھوت کی جانت پرواز نہیں کر پاتی۔ بلکل ویسے جیسے ٹی وی نشریات کا سگنل پہلے خلا میں موجود سیٹیلائٹ کو نشر ھوتا ہے پھر وہاں سے طاقت پکڑ کر پوری دنیا میں پھیلتا ہے بلکل اسی طرح لاشعور سے عمل ایک سگنل کی صورت میں عالم مثال کو نشر ھوتا ہے اور وہاں سے موافق شعاوں اور ملتی جلتی یاداشتوں سے قوت پکڑ کر واپس اپنے مطلوب کیطرف لوٹتا ہے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی کو راضی کرنے کے لئے اسکو پکارنا لازم ہے تو اگر میں کسی ناراض دوست کو منانے کے لئے اسکے کان میں ایک لاکھ مرتبہ اسکے نام کی تکرار کروں تو مجھے یقین ہے کہ اسکا ردعمل خاصہ نا خوشگوار ھو گا۔ اسم الھی کی تسبیح عبادت کے طور پر کرنا ایک الگ بات ہے کیونکہ وہ رب ہے اور اسکا نام لینا عبادت لھذاء یہ اعتراض کوئی نا کرئے لیکن یااسرافیل کی گردان اس لئے کرنا کہ وہ راضی ھو جائے گا غلط ہے۔

الواح کی بابت ایک بیان

الواح پر بحث چل رہی ہے تو چلیں اسکو سمجھیں کہ یہ کیا ھیں اور کس کام آتی ہیں۔ الواح دراصل متعلقہ مطلوبہ سفلی یا علوی موکل کو متحرک کرنے کے کام آتی ہے یعنی لوح کی قوت اسکے متعلقہ موکل کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ فلاں شخص کا فلاں کام کرئے۔ لیکن لوح کو موثر بنانے کے لئے عامل کی اپنی ذاتی روحانی قوت کو بھت دخل ہے۔ یعنی اگر عامل کی ذاتی فریکوینسی یا روحانی قوت بھت کم ہو تو نتیجتاً بنائی گئی لوح بیکار ثابت ھوتی ہے۔

البتہ طاقتور روحانی قوت کے حامل کو کسی موکل کو متحرک کرنے کے لئے لوح کی ضرورت نہیں پڑتی بشرطیکہ وہ مطلوبہ روحانی قوت سے کسی اور طریقے سے گفتگو کرنے اور اسکو احکامات دینے کے قابل ہو۔ یعنی لوح ایک لکھا ہوا حکم ہے جبکہ یہی حکم موکل کو زبانی طور پر بھی دیا جا سکتا ہے۔

اکثر الواح کام اس لئے نہیں دیتیں کیونکہ بنانے والا عامل روحانیت سے خالی ھوتا ہے لھذاء لوح متعلقہ موکل کو مجبور کرنے میں ناکام رھتی ہے نتیجتاً مقصد حاصل نہیں ھوتا۔

لوح بنانے کے لئے خاص وقت کا انتخاب دراصل عامل کی روحانی قوت کو مقصد سے موافق روحانیت دیتا ہے تاکہ سیارئے کی قوت کو لوح پر منتقل کیا جاتا ہے یعنی سیارئے سے آنے والی انرجی پہلے عامل پر وارد ھوتی ہے پھر وہاں سے لوح پر منتقل کی جاتی ہے بذریعہ ارتکاز اور عامل کے ارادئے کی بدولت۔

استخارہ

استخارہ کی یہ ترکیب معصومین علیہسلام سے منسوب ہے، بعد از نماز سوال کو ذھن میں رکھ کر ١١ مرتبہ محمد و آل محمد صلہ اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجیں اور تسبیح کو اندازئے سے کہی سے بھی پکڑ لیں، اسکے بعد دو دو دانے گننا شروع کر دیں۔ آخر میں اگر ایک دانہ بچے تو جواب ہاں ہے ورنہ نا۔

اجازتِ عمل

کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے لازم ہے کہ اسکی بابت استخارہ کر لیا جائے اگر جواب ہاں میں ہو تو عمل کیا جائے ورنہ ترک کر دیا جائے، میرئے تجربات اور مشاھدات کے مطابق حصار یا رجال الغیب کی سمتوں کے تعین کرنے یا نا کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کم از کم میں نے اجتک کوئی بھی عمل کرتے وقت نا تو پرھیز جلالی جمالی کیا، نا حصار اور نا ہی رجال الغیب کا خیال رکھا، اگر آپ واقعتاً اس اھل ہوں کے آپکو عمل سے روحانی فیض حاصل ھو سکے تو یہ باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ حصار میں آپ چند گھنٹے ہی رہ سکتے ہیں جبکہ راجع مخلوق ہر وقت آپ کے ساتھ ھو گی لھذاء اگر وہ اپکو تکلیف دینا چاہے گی تو حصار اپکو نا بچا سکے گا، ویسے بھی عملیات کے حصار خاص کر قرانی آیات کے حصار صرف شیاطین کو روکتے ہیں اگر علوی مخلوق راجع ھو جائے تو اسے دنیا کا کوئی بھی حصار روک نہیں سکتا کیونکہ ملائک کا ناراض ھونا امر الھی کے تحت ہی ھوتا ہے۔ جہاں تک جنات کا معاملہ ہے تو مسلمان جنات بھی آیت الکرسی کے حصار میں باسانی داخل ھو جاتے ہیں اور یہ ھزارہا مرتبہ میرئے مشاھدئے میں آ چکا ہے لھذاء ہر عمل کو کرنے سے پہلے ایک تو اپنے گریبان میں جھانک کر فیصلہ کریں کیونکہ آپ سے ذیادہ آپکو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا، دوسرئے یہ کہ استخارہ کریں، مثبت جواب ھو تب ہی عمل کریں ورنہ ھرگز ھرگز عمل مت کریں۔

منتر کی بابت ایک صحیح حدیث

(۱) عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں منتر پڑھا کر تے تھے ہم نے کہا ائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنے منترمجھے بتاؤ! وہ منتر جائز ہے جس میں شرک نہ ہو ۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۲۴

ہمارئے شعور پر لگے ہوئے فلٹرز کی ایک مثال

ہمارئے گھر کے بلکل سامنے ایک انڈین ریسٹورینٹ ہے، نجانے کیوں اور کب میں نے لاشعوری طور پر مان لیا کہ اس ریسٹورینٹ میں کریڈٹ کارڈ سے پے منٹ کرنا ممکن نھیں ہے۔ ایک دن میرا ایک دوست مجھ سے ملنے آیا اسکو بھوک لگی تھی۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ ریسٹورینٹ والے کارڈ پیمنٹ لے لیتے ھیں۔ میں نے پورئے وثوق سے کہا کہ نھیں۔ اس نے میری بات کا یقین نا کرتے ہوئے اندر جا کر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ کارڈ پیمنٹ لی جاتی ہے۔

پھر جب میں نے سوچا تو یاد آیا کہ کئی مرتبہ کسٹمرز نے میرئے سامنے کارڈ سے کھانے کا بِل چکایا ہے۔

میرئے اس برتاو کو انگلش زبان میں اسٹیریو ٹائپنگ کہتے ہیں۔ یعنی لاشعوری طور پر کسی ایسی شئے کو مان لینا جسکا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نا ھو۔ یہی وہ شعور پر لگے ہوئے معاشرتی، مذہبی، ثقافتی اور ایمانی فلٹرز ھیں کہ جن سے چھن کر معلومات بذریعہ حواسِ خمسہ ہمارئے شعور تک پہنچتی ہیں۔

یہی فلٹرز بذریعہ میڈیا دنیا بھر کہ لوگوں کے اذھان پر لگائے گئے ھیں کہ جنکے سبب دنیا بھر کے لوگ ہر مسلمان شخص کو دھشت گرد سمجھتے ہیں۔ شیعہ حضرات کو کافر سمجھا جانا بھی ایسے ہی فلٹرز کی بدولت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان چشموں کو اتار کر پھینک دیا جائے تاکہ سب کچھ اُجلا اُجلا اور صاف نظر آئے۔
شکریہ

چھلاوئے

باطنی نظر کھلنے کے بعد انسان سب سے پہلے عالمِ اسفل میں موجود مخلوقات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ جس میں زیادہ تر تعداد شیاطین کی ھوتی ہے۔ اِ ن شیاطین میں ایک قسم وہ ہے جسے انگلش میں shape shifters یا چھلاوہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھت شرارتی مخلوق ہے اور اسکا کام انسان کو گمراہی اور خشگمانی میں مبتلا کرنا ھوتا ہے۔ یہ انسان کے دماغ کو ایک کھلی کتاب کیطرح پڑھ لیتے ہیں اور اسکو اس ہی کے عقائد کیمطابق گمراہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ shape shifters ہر اُس شخصیت کا روپ دھار لیتے ہیں کہ جس سے وہ انسان گھری مذھبی عقیدت رکھتا ہو۔ پھر خواہ وہ کوئی بذرگ ہو، فرشتہ ھو یا کوئی اور روحانی قوت۔ حتی کہ انبیاء ع تک کا نام تک استعمال کرنے سے گریز نھیں کرتے۔ ایسے میں کمزور عقیدہ اور کم علم حضرات باسانی انکے جھانسے میں آ کر خود کو پتہ نہیں کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں۔

انکو سمجھنے کا اور انکے شر سے بچنے کا واحد حل یہ ہے کہ انسان انکی بات چیت کا بغور جائزہ لے۔ عام طور پر یہ وہی بتاتے ہیں جو انسان لاشعوری طور پر سننا چاھتا ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی روحانی معالج یہ سننا چاھتا ہو کہ اس جیسا طاقتور معالج پوری دنیا میں کوئی نھیں، تو اسے یہی بتایا جائے گا۔ لھذاء ان سے گفتگو کرتے وقت ایک تو اپنے ذھن کو حتی الامکان حد تک خالی رکھا جائے دوسرئے یہ کہ کوئی بھی ایسی بات جو قران و سنت کی نصوص کی نفی کرتی ھو تو فوراً سمجھ لینا چاھئیے کہ یہ ایک چھلاوہ ہے۔

حروف کی حقیقت

ایک ھوتا ہے حرف، اور ایک ھوتا ہے اسکا معنی۔ اسی طریق سے حروف کی مختلف تراکیب سے الفاظ بنتے ہیں۔ تو ایک ھوتا ہے لفظ یا کلمہ اور دوسرا ھوتا ہے اسکا معنی۔ معنی کیا ہے۔ مولانا غضنفر عباس تونسوی صاحب نے اپنی ایک تقریر میں بھت ہی خوبصورت حدیث بیان فرمائی، کہ لفظ یا حرف کی روح اسکا معنی ہے۔ اس بات کا کیا مطلب ھوا۔ چلو آسان کرتا ہوں۔ مولانا صاحب ہی کی مثال مستعار لیتا ہوں۔ پانی کو انگلش میں کیا کہتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ واٹر۔ تو پانی کا انگریزی زبان میں معنی واٹر ھوا۔ لیکن جو شخص انگریزی زبان سے نابلد ہے وہ فوری پوچھے گا کہ واٹر کا معنی کیا ہے، تو ایک عرب بولے گا آب۔ تو ہمارئے پاس تین الفاظ ہیں۔ وہ کیا ھیں۔ واٹر، پانی اور آب۔ لیکن یہ صرف لفظوں کا پھیر ہے۔ کیونکہ معنی لفظ کی روح ہے اور یہ وہ ہے جو گلاس میں دھری ہے۔ جسکو پینے سے اپکی پیاس بجھے گی۔ کیونکہ اگر واٹر کا معنی آب ھوتا تو لفظ آب بولتے ہی پیاس بجھ جانی چاھئیے مگر ایسا نہیں ھوتا، تو معنی دراصل اس حقیقت کا نام ہے جس سے ایک حرف یا لفظ منسوب ھو جاتا ہے۔ یعنی نسبت کی بھت اھمیت ہے۔ وگرنہ اللہ اور ابلیس دونوں الف سے ہی لکھے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کا الف اور ابلیس کے الف میں بوجہ نسبت اور معنی بھت فرق ہے۔

تو جب کائنات کو خلق کیا گیا تو کن سے کیا گیا۔ کن جو دو حروف کاف اور نون کا مرکب ہے۔ پس ثابت ھوا کہ کائنات میں عقل یا نور ولایت و رسالت ص کے بعد سب سے پہلی مخلوق حروف ہیں۔ اسکے بعد کائنات کی تخلیق ھوئی اور جس جس شئے کو جس جس حرف یا حروف کی مختلف تراکیب سے نسبت دئے دی گئی، وہی شئے یا قوت یا امر الھی اس حرف یا لفظ کا معنی یعنی روح قرار پایا۔

حروف کی نسبت مختلف اشیاء سے بھت اھم ہے۔ کیونکہ اگر آپکو پیاس لگی ہے تو پانی جبتک نھیں ملے گا کہ جبتک آپ اسکو اسکے خاص نام سے طلب نھیں کرینگے۔ مثلاً آپ چین چلے جائیں اور پانی پانی چلاتے رہے، کوئی آپکو پانی نا دئے گا۔ اور اسم اعظم کی بھی یہی حقیقت ہے۔ بات مختلف ممالک کی زبانوں کی نھیں ہے بلکہ اُن خاص اسماء (اس کائنات میں پائی جانے والی ہر شئے کا کوئی اسم اللہ کیطرف سے متعین ہے) کی ہے، جسے ربالعزت نے کائنات کی ہر شئے سے نسبت دی، اور وہی اس شئے یا قوت کا حقیقی اسم قرار پایا۔ پس اگر اس اسم کا پتہ چل جائے تو بھت سے کام سلجھ جاتے ہیں۔ جیسے رزق میں کشادگی کے لئے یا رزاق کا ورد کام دئے گا، اگر کوئی یا قابض کا ورد کرئے گا تو رزق اور تنگ ھو جائے گا۔ اسی طرح کائنا...

سنا ہے موسیقی روح کی غذا ہے۔ بلکل ہے۔ البتہ اس بات کا دھیان رکھیں کہ غذا پاک صاف ھو تو ایمان کو مظبوط کرتی ہے وگرنہ خراب۔ موسیقی اگر قوالی کی صورت میں شانِ رسالت ص یا نفسِ رسالت ص بیان کرئے تو پاک غذا ہے روح کے لئے وگرنہ حرام۔ بلکل ویسے جیسے گائے کا گوشت حلال ہے اور خنزیر کا حرام۔

لھذاء ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہئے کہ جیسے وہ اپنے جسم کے لئے حلال خوراک کو پسند کرتے ہیں اپنی روح کے لئے بھی حلال غذا کا بندوبست کریں۔ قران پاک کی تلاوت، اوراد و وظائف سے نور پیدا ھوتا ہے جو روح کی پاکیزہ غذا ہے۔

اور یہ وہی نور ہے جو ملائک کی بھی غذا ہے، یہی وہ روحانی قوت ہے جسکی مدد سے موکلات عامل کے عمل کو کامیاب بناتے ہیں۔ یہ قوت اگر کم ھو گی تو عمل بھی ضعیف ھو گا۔ اگر یہ قوت ذیادہ ھو گی تو عمل بھی سریع الاثر ثابت ھو گا۔ یہی راز ہےآیات اور حروفِ تہجی کی زکات کا کیونکہ تھروٹ چکرا جسے ایتھرک چکرا بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے جب کوئی کلام پاک کی آیت جاری ھوتی ہے تو ایتھر پیدا ھوتا ہے جس سے متعلقہ موکل قوت حاصل کرتا ہے۔ یاد رہے کہ موکل کسی بھی عمل کے لئے اپنی ذاتی توانائی کو کبھی بھی خرچ نہیں کرتا۔

اور جب عمل شر کا ھو اور ضعیف ھو تو وہ مطلوب تک پہنچنے کی سکت ہی نہیں رکھتا اور عامل کے اورا میں ہی رہ جاتا ہے۔ اور وہی نقصان عامل کو پہنچتا ہے کہ جو وہ مطلوب کو پہنچانا چاھتا ہے۔ پس اسی کو عمل کی رجعت کہتے ہیں جبکہ رجعت کا مطلب ہے پلٹنا۔ یہاں میں اختلاف کرتا ہوں۔ عمل پلٹے کا تو تب جب عامل کے اورا سے خارج ھو گا۔ نہیں عمل خارج ھوتا ہی نہیں اور عامل کے اورا میں ہی رہ کر اسکو وہی نقصان پہنچاتا ہے جو مطلوب کے لئے سوچا گیا ھوتا ہے۔

اباجد

الف اللہ کی ایک قوت کا نام ہے عربی زبان میں۔ جبکہ انگلش میں اسی قوت کا سمبل A ہے۔ اسی طریق سے با مولی علی ع اور اس اللہ کی قوت کا نمائندہ ہے جبکہ B صرف اللہ کی قوت کا نمائندہ ہے مولی علی ع کا نہیں۔ دوسرئے الفاظ میں الف A کی نسبت بھت ذیادہ قوت کا حامل ہے۔

کیا جنات مادی اشیاء کو متحرک کر سکتے ہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ جنات کو مادی اشیاء کو متحرک کرنے کے لئے اللہ کیطرف سے خاص اجازت اور خاص قسم کی قوت کی ضرورت ھوتی ہے۔ نبی ع کیونکہ اللہ کا نمائیندہ خاص ھوتا ہے لھذاء اسکے لئے ایسی اجازت منجانب اللہ حاصل کرنا کوئی مشکل کام نھیں ھوتا۔ لیکن عام حالات میں جنات کے لئے مادی اشیاء پر تصرف حاصل کرنا اپنی ذاتی قوت یا اھلیت سے ممکن نھیں ہے۔

یہ بات پورئے وثوق سے کھہ رہا ہوں کیونکہ میرئے شب و روز جنات کے درمیان گزرتے ہیں، ان جنات میں دوست بھی ہیں دشمن بھی۔ اور یہ بات مجھے خود جنات نے ہی بتائی ہے۔

آگے جس نے ماننا ہے مانے جس نے نھیں ماننا نا مانے، میرا کام حقایق کو آپکے سامنے لانا ہے نا کہ انکو منوانا۔

عالمین اور تصرفات

کُل سات عالمیں میں ہر عالم اپنے سے کمتر پر فضیلت اور تصرف رکھتا ہے، پس جو جس جس عالم تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اسکے اسرار و رموز کو سمجھ لیتا ہے، اُس عالم کی مخلوق اور اُس سے نچلے تمام عالمین کی مخلوق پر اپنی علمی و عملی حیثیت اور ظرف کے عین مطابق تصرف حاصل کر لیتا ہے۔

فانوس جنات

فانوس جنات نامی جنات کا ایک ساحر قبیلہ ہے جو مرئے ہوئے آدمیوں کے جثے میں گھس کر اپنی قوت کو ہزار گنا بڑھا دیتا ہے، انسان کے جثے میں ہونے کے سبب دنیا کا کوئی بھی حصار ان شیاطین کو آپ سے دور نھیں کر سکتا۔ انکو ہٹانے کا واحد حل یہ ہے کہ ان شیاطین کو انکا روحانی نام بتانے پر مجبور کیا جائے ایک دفعہ انکا روحانی نام معلوم ھو جائے تو یہ آسانی سے ختم ھو جاتے ہیں۔ جسکے لئے ایک خاص عمل کیا جاتا ہے اور انکے گرد موجود انسانی جثے کو فضا میں تحلیل کرنا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس مرئے ہوئے انسان کا اصل نام بھی معلوم کیا جاتا ہے۔

انسانی جثے سے مراد اسٹرال باڈی ہے جو انسان کی موت کے بعد دو یا تین گھنٹے تک فضا میں موجود رھنے کے بعد تحلیل ھو جاتی ہے۔ یہ ساحر جنات ان ہی دو گھنٹوں میں اس جثے کو اپنا لباس بنا لیتے ہیں۔ یہ ساحر جنات ابلیس کے معاونِ خاص ہیں اور سحرِ اسود کے عاملین کو انکی پوری مدد حاصل رہتی ہے۔

دراصل بذرگوں کے مزارات پر بھی انکے یہی جُسے موجود ھوتے ہیں، جو دورانِ زندگی ذکر و اذکار کے سبب نورانی قوت سے بھرپور ھوتے ہیں لھذاء مرنے کے بعد بھی قبر کے آس پاس موجود رھتے ہیں اور سائلین کے مسائل کو ممکنہ حد تک حل کرتے رھتے ہیں۔

اسی طریق سے جادوگروں کے جُسے ناری قوت سے مالا مال ھوتے ہیں اور جنات ہی کی مانند نظر آتے ہیں، مرنے کے بعد روح تو عالم برزخ میں چلی جاتی ہے لیکن اُنکے جُسے ایسے ہی عالمِ ناسوت میں بھٹکتے رھتے ہیں اور دیگر شیاطین جنات کے گروھوں میں شامل ھو جاتے ہیں۔

عام آدمی کا جُسہ جو نوری و ناری ہر طرح کی قوت سے خالی ھوتا ہے وہ مرنے کے بعد ختم ھو جاتا ہے۔...

انسانی جسم جسدِ خاکی، روح اور نفس کا مرکب ہے۔ جب نطفہ رحمِ مادر میں منتقل ہوتا ہے تو اس میں روحِ جمادی پڑتی ہے جو خون کو اکٹھا کرتی ہے۔ اس روح کا تعلق عالم جمادات سے ہوتا ہے یعنی یہ پتھروں کی روح ہوتی ہے۔اسکے بعد روح نباتی پڑتی ہے جسکا تعلق عالم نباتات سے ہوتا ہے یعنی یہ روح پیڑ پودوں میں بھی ہوتی ہے ، جو خون کو بڑھاتی ہے۔چھے ماہ بعد روحِ حیوانی وارد ہوتی ہے جسکی وجہ سے بچہ حرکت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اور جب وہ پیدا ہوتا ہے تو عالمِ ارواح سے ایک روح اس میں داخل کر دی جاتی ہے جسکے معاونِ خاص لطائف ہوتے ہیں۔ جنکی تعداد سات ہے۔ روح کے ساتھ ساتھ نفس بھی جسم میں داخل ہوتا ہے جو کچھ کچھ روح کے جیسا ہوتا ہے اور کچھ کچھ جسم کے جیسا ، یہ روح اور جسم کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے اور جسم کو روح سے باندھ کر رکھتا ہے۔ اسی لئے تو قران میں ہے کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے کیونکہ جیسے ہی نفس جسم سے جدا ہوتا ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔

نفس اکیلا نہیں آتا بلکہ اپنے ساتھ پانچ برائیاں بھی لاتا ہے اور انکو لطائف کے ہمراہ کر دیتا ہے۔ قلب کے ساتھ شہوت، روح کے ساتھ غضب، سری کے ساتھ حرص، خفی کے ساتھ حسد و بخل اور اخفی کے ساتھ تکبر و فخر کو جوڑ دیتا ہے۔ اب جب بچہ بڑھتا ہے تو جسد خاکی کے لئے تو ظاھری خوراک ہوتی ہے لیکن باطنی اجسام کو بھی خوراک کی ضرورت رھتی ہے۔ اگر گھر کا ماحول مذھبی طرز پر استوار نہ ھو تو لطیفہ نفس ناری غذا ملنے کے سبب قوی ھو جاتا ہے اور لطائف بھی اسکے محتاج و محکوم ھو کر ناری غذا استعمال کرنے پر مجبور ھو جاتے ہیں لیکن لطیفہ قلب کبھی بھی ناری غذا قبول نہیں کرتا اور چالیس سال تک خود کی ذاتی قوت پر زندہ رھنے کی بعد مر جاتا ہے۔

دوسری صورت میں اگر بچے کی تربیت اسلامی قدروں اور تھذیب و تمدن کے مطابق کی جائے تو نفس ناری غذا نا ملنے کی صورت میں کمزور پڑ جاتا ہے اسکے نتیجہ میں لطیفہ قلب مظبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے اور دیگر لطائف بشمول نفس اسکے محکوم ھو کر نوری غذا اپنے اندر جذب کرتے ہیں اور ایسا انسان شریف النفس کھلاتا ہے۔ یاد رہے کہ نفس کوئی بری چیز نہیں ہے کیونکہ قھر، جنسیات اور دیگر نفسانی خواھشات انسان کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ قھر غیرت کی علامت ہے اور کفار کے خلاف جہاد میں استعمال ھوتا ہے ، جنسی ضروریات نہ ھوں تو نسلِ انسانی کا تسلسل برقرار رھنا ناممکن ہے۔ تاہم نفس اگر لطیفہ قلب کا محکوم رہے تو انسان بُرائی سے بچ سکتا ہے کیونکہ دل ناری غذا کبھی استعمال نہیں کرتا ، دل سے مراد گوشت کا لوتھڑا نہیں بلکہ لطیفہ قلب ہے بشرطیکہ وہ زندہ ہو۔...

فلسفہ تقدیر

تقدیر کی دراصل دو اقسام هیں۔ ایک ہے تقدیرِ ازلی جبکہ دوسری کو تقدیرِ معلق کہتے ہیں۔ تقدیرِ ازلی پر انسان کا اختیار نهیں ہے جبکہ تقدیرِ معلق انسان کے ارادئے کے تحت کام کرتی ہے۔

کسی انسان کی تقدیرِ ازلی میں جو کچھ بھی کاتبِ تقدیر نے رقم کر دیا ہے، اسکو بدلنا ممکن نهیں ہے، ماسوائے دعا کے تقدیر ازلی کو بدلنا محض ارادئے اور تدبیر کے ممکن نهیں۔ البتہ جو کچھ تقدیرِ ازلی میں لکھ دیا گیا ہے اسکو حاصل کرنے کے لئے انسان کو تقدیرِ معلق کو خود وضع اور اختیار کرنا پڑتا ہے، گو ربِ علی العظیم اپنے لامحدود علم سے تقدیرِ معلق سے بھی ویسے ہی واقف هوتا ہے جیسے تقدیر ازلی سے، تاہم تقدیر معلق کی تدبیر اور اختیار انسان کے ہاتھ میں ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص کی تدبیرِ ازلی میں لکھ دیا گیا ہے کہ اسکی شادی هو گی اور اُس سے چار بچے هونگے۔ چنانچہ تقدیر کا یہ لکھا اس وقت تک پورا نهیں هو گا جبتک انسان تقدیر معلق کو استعمال کرتے هوئے شادی نهیں کرتا۔ اور اسکا اسکو اختیار ہے۔ شادی کرئے گا تو بچے هونگے ورنہ نهیں۔ گویا تقدیر معلق انسان اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے اور بدل سکتا ہے۔ یعنی جو قسمت میں لکھا ہے اسکو بھی حاصل کرنے کے لئے انسان پر لازم ہے کہ وہ تدبیر کرئے۔

جیسے کسی کی تقدیر ازلی میں رزق لکھا ہے، ایک خاص مقدار میں، تو وہ انسان اپنی تقدیر معلق کو عقل اور تدبیر سے استعمال کر کے وہ رزق حلال طریق سے بھی کما سکتا ہے اور حرام طریقے سے بھی۔ بس اسی کا حساب کتاب هو گا اور یہی فلسفہ ہے جبر و اختیار کا۔

تُلپا

جسطرح مادی دنیا مادئے سے بنی ہے بلکل ویسے ہی مثالی دنیا ایتھر سے بنی ہے، مادئے کی ھئیت بدلنے کے لئے قوت کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے درخت کو کاٹ کر کرسی بنا لینا، جیسے مادہ قوت سے متحرک و متاثر ھوتا ہے بلکل ویسے ایتھر خیال کی قوت سے متغیر و متحرک ھوتا ہے۔ اسی لئے روحانی علوم میں ارتکاز توجہ کو بھت اھمیت حاصل ہے، جیسے کھنڈی کلھاڑی سے درخت کو کاٹ کر اسکی تراش خراش کرنا اور کرسی کی شکل میں تیار کرنا ممکن نھیں ویسے ہی بکھرئے ھوئے اور پریشان ذھن سے نکلنے والی خیال کی لہریں عالم مثال میں موجود ایتھر کو عامل کی مطلوبہ شکل میں تبدیل نھیں کر سکتیں۔

جب بھت سے لوگ مل کر کسی ایک خیال پر اپنی قوت تخیلہ کو مرتکز کرتے ہیں تو عالم مثال میں تحریک پیدا ھوتی ہے اور اس شے کی شکل بن جاتی ہے جسکا تصور کیا گیا ھوتا ہے۔ یاد رہے عالم مثال کا مادہ یعنی ایتھر جیتی جاگتی مخلوق کیطرح عقل رکھتا ہے لھذاء جب وہ مخلوق بنتی ہے تو اپنی ذاتی سوچ بھی رکھتی ہے اور اپنے وجود سے آگاہ بھی ھوتی ہے۔ پس جب مشرکین کسی دیوی کا بت بنا کر صدیوں تک اسکی پوجا کرتے ہیں تو کروڑوں لوگوں کی قوتِ تخیلہ سے وہ دیوی یا دیوتا حقیقت میں بھی عالم مثال میں بن جاتا ہے جو اپنی ذاتی عقل اور شعور کا حامل بھی ھوتا ہے۔ اسکی زندگی کا دارومدار لوگوں کی قوت تخیلہ پر منحصر ھوتا ہے یعنی وہ جبتک لوگوں کے اذھان میں زندہ رھتا ہے عالم مثال میں بھی زندہ رھتا ہے۔ اسکے علاوہ زندہ رھنے کے لئے یہ اجسام جنکو تُلپا کے نام سے جانا جاتا ہے، زندہ انسانوں کی جسم مثالی سے بھی قوت حاصل کرتے ہیں۔

تُلپا شیاطین اور ساحر انسانوں اور جنات کا ایک بھت طاقتور ھتیار ہے جسکا توڑ کرنا ہر کسی کے بس کی بات نھیں۔سحر اسود میں تلپا کا استعمال بھت ہے گو لوگوں کو اسکی خبر بھی نھیں۔

همزاد

اچانک مرنے والے کا اورا کیونکہ مظبوط ھوتا ہے تو اسکی ایموشنل اور مینٹل باڈی اکثر ارتھ باونڈ رہ جاتی ہے۔

تہہ دار سحر

بھت کم لوگ اس بات سے واقف ھونگے لیکن سحر تہہ در تہہ بھی کیا جاتا ہے۔ اور اسکو اسی ترتیب سے کھولنا پڑتا ہے۔ جبتک اُن لئیرز کی ساخت اور انکی فریکوینسی کو نا سمجھ لیا جائے بات نھیں بنتی، بیشک قران میں ہر مرض کا علاج موجود ہے لیکن پتہ بھی تو ہے کہ کہاں کیا پڑھنا ہے۔

ایسی ہی بات ہے کہ ایک میڈیکل سٹور میں ہر مرض کی دوا موجود تو ہے لیکن صرف ایک ڈاکٹر ہی بتا سکتا ہے کہ کس مرض کے لئے کونسی دوا اور کتنی مقدار میں درکار ھو گی۔
کمپاوڈر خواہ سارئے دن فارمیسی کی درازیں صاف کرتا رہے یا دوائیوں کے نام رٹتا رہے، کبھی نھیں جان ہائے گا کہ مرض کی تشخیص کیسی کرنی ہے اور کس مرض کے لئے کونسی دوا تجویز کرنی ہے۔

سحر کی یہ لئیرز بیٹا سے گیما ویوز کی کسیبھی سطح ہر مرتعش ھو سکتی ہیں۔ انکو ختم کرنے کے لئے اسی کے مطابق قرانی آیت یا موکل کا انتخاب کرنا پڑتا ہے جس میں سحر کی ترکیب کے حساب سے ہی قرانی آیات کی ترتیب اور تعداد کو وضع کرنا پڑتا ہے۔ اگر ترتیب اوپر نیچے ھو جائے تو فائدہ نھیں ھو سکتا۔

علم حوادث پر ایک تحقیقی مکالمہ

جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ایتھر پیدا ھوتا ہے جس میں ہماری وِل پاور سے ہماری درخواست رجسٹر ھو جاتی ہے پھر وہ ایتھر اللہ سے اجازت مانگتا ہے اور اگر اللہ اجازت دئیے تو ساری کائنات کی مخلوق ہارمنی میں چلتی ہے کہ مقصد پورا ھو جائیے۔

ایتھر پیدا کرنے کے لئے طریقہ کونسا اپنایا جائیے وہی اصل بات ہے یعنی اگر شیطان کی مدد لی جائیے تو حرام ہو گا

ایتھر شیطان کا الگ ہے اور ایتھر کو چارج کرنے کے لئے ارادہ اور لاشعور کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب ایتھر کو ایک خاص طریق سے چارج کر لیا جاتا ہے تو اسکے مطابق پری ڈیفائینڈ قوانین کے مطابق واقعات اللہ کی رضا سے وقوع پذیر ھوتے ہیں۔

جادو شروع ہوا تو عمل کے حساب سے ایتھر شیطان نے دل پر وارد کیا پھر جب منتر پڑھا گیا تو عامل کا ذاتی ایتھر جو روٹین کی پوجا پاٹ مراقبہ یا دعا سے اسکے اندر ھوتا ہے وہ منا میں بدل کر شیطان کیطرف سے بھجے جانے والے ایتھر کو چارج کرتا ہے اس میں عامل کا ارادہ اور لاشعور کام کرتا ہے پھر اس ایتھر کی وہ حالت ھو جاتی ہے کہ جو اللہ کیطرف سے طے شدہ ہے کہ اگر یہ حالت ھو گی تو فلاں کام ھو گا۔ پس وہ ایتھر اوپر جا کر خودبخود اللہ کی رضا حاصل کر لیتا ہے اور یونیورسل کانشسنس سے دنیا کی تمام مخلوق کے اذھان پر اثر انداز ھوتا ہے کہ جس سے اللہ کی وِل کے سبب خودبخود اسباب بنتے ہیں اور پوری کائنات ایک ہارمنی میں چل کر مطلوبہ نتیجے کو حدث کرتی ہے

کالی قوتیں

اکثر اوقات کالی طاقتوں کی بابت بات ہوتی رہتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات میں اندھیرئے کا وجود ہے ہی نہیں۔ درحقیقت ہر طرف روشنی ہی ہے ، کہی یہ روشنی بھت تیز ہے اور کہی پر ماند اور کسی جگہ پر بلکل نھیں ہے پس اسی کو اندھیرا کہتے ہیں۔ لھذاء کالی قوتیں وہ ارواح ہیں کہ جن میں روشنی بھت ہی کم مقدار میں ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ ان ارواح نے کہ جنکو عرف عام میں کالی قوتیں کہا جاتا ہے ، اس نور کی تجلی یعنی قوت حیات کو جان بوجھ کر خود سے دور کر دیا ہے ، کیونکہ یہی وہ قوت ہے کہ جسکا تعلق اللہ رب العزت کی صفت یا حی یا قیوم سے ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ وہ روشنی یا قوت حیات ہے کہ جسکے بغیر کسی بھی مخلوق کا زندہ رھنا ممکن ہی نھیں۔ اس روشنی کو پوری طرح حاصل کرنے کے لئے ہر روح کے لئے لازم ہے کہ وہ امر ربی کی دل و جان سے اطاعت کرئے ، کیونکہ یہ ارواح اشرار میں سے ہیں لھذاء اس قوت سے پوری طرح بہرہ مند ھونے سے قاصر ھیں کیونکہ شیطان کی ذریت میں سے اور اس ہی کی مطیع و تابعدار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زندہ رھنے کے لئے ان کالی قوتوں کو انسانوں اور خصوصاً مومنین پر حملہ آور ہو کر اس روشنی یعنی قوت حیات کو انکے اجسام سے جبراً چھیننا پڑتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا انکی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ پہلے یہ انسان کے قرب و جوار میں وارد ھو کر انسان کی کمزوریوں کا بنظر عمیق مطالعہ کرتی ہیں پھر اُن کمزوریوں کو استعمال کر کے انسان کے اندر منفی جذبات و خیالات کو پیدا کر کے اسے اشتعال انگیزی پر اکساتی ہیں۔ جب انسان کے اندر منفی خیالات شدت سے سر ابھارتے ہیں اور بالآخر ایک آتش فشاں پہاڑ کیطرح پھٹتے ہیں تو انسان کے اورا سے خودبخود اس قوت حیات کا اخراج ھوتا ہے کہ جسے یہ اپنی خوراک کے طور پر استعمال کرتی ہیں اور زندہ رہتی ہیں۔

روحانی حملے

گناہگار اور شیطان صفت لوگوں کو جنات اور شیاطین ہر وقت نرغے میں لئے رکھتے ہیں۔ جب یہ لوگ کسی کے بارئے میں اپنے دل و دماغ میں شدید غصہ، نفرت یا حسد محسوس کرتے ہی تو انکے دماغ سے کچھ ایسی لہریں خارج ھوتی ہیں جو انکے اورا میں شدید ارتعاش پیدا کرتی ہیں جس سے انکے اورا سے توانائی کا ایک گولا خارج ھو کر مطلوب کیطرف تیزی سے خروج کرتا ہے۔اس گولے کے ساتھ شیاطین بھی شامل ھوتے گھیں کیونکہ وہ اس انسان یعنی حاسد کے اورا کا ایک حصہ ھوتے ہیں، بلکل ویسے جیسے نزلہ زدہ انسان اپکے منہ پر چھینک کر فلو کے جراثیم اپکی طرف منتقل کر سکتا ہے۔ یہ بلکل ویسے ہی کام کرتا ہے۔

اسکو انگریزی زبان میں

Unintentional psychic attack

کہتے ہیں۔ یعنی غیر ارادی روحانی حملہ۔

اسٹرال ویوز

سیاروں سے آنے والی اسٹرال ویوز اسٹرال پلین کی زمین کو کھیتی کے لئے تیار کرتی ھیں، یہ وہ زمین ہے کہ جہاں پر بویا گیا بیج مادی دنیا میں فصل اگاتا ہے۔ یعنی مادی دنیا میں جب بھی کوئی شئے حدث ھوتی ہے، پہلے اسکا تخم اسٹرال پلین پر بویا جاتا ہے۔

سیاروں سے برسنے والی یہ لہریں اسٹرال پلین کے ماحول یا موسم کو بلکل اسی طرز پر وضع کرتی ہیں کہ جس پر سورج سے آنے والی کرنیں اس زمیں کےماحول کو۔

جب بچہ پیدا ھوتا ہے تو اسکا اورا اسٹرال پلین سے آنے والی شعاوں سے تخلیق ھوتا ہے جسکی ایک خاص ترکیب ھوتی ہے جسکے تحت وہ بچہ سیاروں کی تحریک سے اپنی زندگی کے ہر دور میں متاثر ھوتا ہے۔ علم نجوم کی بنیاد یہی ہے جو شاید نجومیوں کی اکثریت کو بھی پتہ نہیں ھو گی۔ یہی اسٹرال ویوز زمین سے اگنے والے پودوں اور فصلوں پر مختلف طریقوں سے اثر انداز ہو کر انکے اندر مختلف ذائقے، رنگ، خوشبو اور شکل پیدا کرتی ہیں۔ یہ اسٹرال ویوز سیاروں سے بھی آتی ہیں اور عالم یزدان سے بھی وارد ھوتی ہیں۔...

جنات کی بابت ایک سوال کا جواب

سوچا تھا تفصیل سے مضمون لکھونگا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی اتنی مشکل بات ہے جو سمجھ میں نا آئے۔

جنات ایک نوع ہے جس میں انسانوں کیطرح اکثریت شریر اور باغی ہیں جو انسانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یار رہے ابلیس خود جن ہے اور اسکی لاتعداد اولاد سب جنات ھیں۔

کچھ حوالے اکٹھے کئے ہیں، اپ پڑھ لیں خود سمجھ جائینگے۔ شکریہ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
(سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۰)

ترجمہ
اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے ؟ہم تیری تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ فرشتے علم غیب نہیں رکھتے تھے بلکہ انھوں نے انسانوں کے اعمال کو جنات کے اعمال پر قیاس کیا کہ جسکے وہ شاھد تھے۔

آدم ع کی پیدائش سے پہلے کرہ عرض پر جنات پہلے سے موجود تھے اور بے پناہ خون ریزی اور بدکاری کے سبب اُن پر عتاب الھی نازل ہوا۔ (کتاب تاریخ اسلام۔ مصنف سید نجم الحسن کراروی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے جنات پر شریعت کا نفاذ فرمایا اور ان پر رسول بھیجے لیکن جنات نے بغاوت کی اور اللہ کے رسول کو قتل کر دیا۔

حضرت ابنِ عقیل رض سے روایت ہے کہ شیاطین سرکش اور باغی جنات کو کہتے ہیں۔

امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ سے روایت ہے کہ بیت الخلاء جنات اور شیاطین جنات کے رھنے کی جگہ ہے اس لئے یہ دعا لازم ہے کہ پڑھی جائے تاکہ جنات کے شر سے انسان محفوظ رہ سکے۔
الهم اني اعوذبك من الخبث والخبائث

ابو عثمان سعید بن العباس راضی رض سے روایت ہے کہ۔
کالے کتے شیطان جنات ہوتے ہیں۔

حکیم ترمزی حضرت امام مجاھد سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے بسم اللہ نھیں پڑھتا ہو شیطان ایسے شخص کے نطفے میں سرائیت کر جاتا ہے۔

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ
وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن و انس نے ہاتھ نہیں لگایا۔
سورہ رحمان (آیت نمبر ۵۶)

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

سود خور لوگ نہ کھڑے ہونگے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے ،یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالٰی نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالٰی کی نصیحت سُن کر رُک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالٰی کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے ، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔
سورہ بقرہ(آیت نمبر ۲۷۵)

عبداللہ بن محمد قرطبی مالک متوفی (۴۶۳ھ) سے روایت ہے کہ۔
جو جنات مکانات میں رھتے ہیں انکو عمار، جو بچوں پر مسلط ھوتے ہیں انکو ارواح، جو سرکش اور بدکار ھوتے ہیں شیاطین اور جو سرکشی میں حد سے گذر جاتے ہیں اور بھت طاقتور ھوتے ہیں عفریت کہلاتے ہیں۔

اپ جیسے سمجھدار آدمی سے ایسے سوال کی توقع تو نہیں تھی لیکن چلیں کوئی بات نہیں۔

شیطان لفظ شطن سے نکلا ہے جسکا مطلب ہی پھِر جانے کے ہیں، پھِر جانا یعنی منہ موڑ لینا۔ اور شیطان نے یہی تو کیا تھا۔ یعنی اللہ کی حکم عدولی کی اور اپنے تکبر کی خاطر اللہ کی بارگاہ اور ملائکہ کے معلم جیسے منصب کو چھوڑنا روشنی سے منہ پھیرنا ہی تو ہے۔ اسکے باوجود اللہ سے قیامت تک کی زندگی اور مہلت مانگنا اور عالم ناسوت میں تصرفات کا مطالبہ کرنا روشنی کی طلب کرنا ہی تو تھا۔

آپ نے شاید میری تحریر غور سے نہیں پڑھی ورنہ دیگر سوالات بھی نا کرتے۔ ہر قرانی آیت کا ایک مفہوم ظاھری ہے اور اس ایک ظاھری مفہوم کے هزارہا باطن ہیں اور ہر باطن کے بھی لاکھوں کروڑوں باطنی مفہوم ہیں کہ جنتک رسائی معصومین ع کے کسی کی نہیں ھو سکتی۔ قران پاک میں اندھیرئے کو ظلمت اور جھالت سے تشبیح دی گئی ہے اور جھالت کا پھیل جانا بھی یہی ہے یعنی کیا مطلب ھوا۔

علم حاصل کیا جاتا ہے، جھالت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ جو علم حاصل کر لیتا ہے وہ عالم کہلاتا ہے اور جو علم حاصل نہیں کر پاتا جاھل کہلاتا ہے۔ یعنی جھالت کا اپنا کوئی ذاتی وجود نہیں ہے، بلکل اندھیرئے کی طرح، جیسے میں نے عرض کی کہ جہاں روشنی نہیں ھوتی وہاں اندھیرا ہوتا ہے اور کیونکہ علم نور ہے لھذاء جہاں علم نہیں ھوتا اسی کو تو جھالت کہا جاتا ہے۔ بس مزید تفھیم کرنا میرئے لئے ممکن نا ھو گا۔

قران پاک میں جہاں سورج کے اور اسکے غروب ھونے کا ذکر ہے یعنی

الشمس وضعاھا والقمر ازا تلاھا

تو یہاں شمس سے مراد اسمان میں چمکنے والا یہ گولا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارک ہے قمر سے مراد مولی علی ع کی ولایت اور یہ آیت غدیر خم کی طرف اشارہ کرتی ہے اور شانِ نزول بھی وہی ہے۔ جبتک رسول پاک ص رہے مولی علی ع نے رسول اللہ ص کی حفاظت کے لئے تلوار کا بے دریغ استعمال کیا، اسی لئے اس دور کو شمس سے نسبت دی گئی کیونکہ شمس غضبناک ھوتا ہے، اور جب رسول اللہ ص اس دنیا سے ظاھری طور پر رخصت فرما گئے تو مولی علی ع نے خاموشی اختیار کر لی یعنی قمر کی ٹھنڈی روشنی کی مانند دھیمے ھو گئے۔

اور چور کیونکہ رات ہی کو نکلا کرتے ہیں اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کے لئے اسی لئے اس دور کو رات سے تشبیح دی گئی۔

ڈارک میٹر کیا ہے تو یہ ایک سائنسی موضوع ہے ویسے بھی سائنس کی تھیوریز اور اصطلاحات وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں، اس پر پھر کبھی تفصیل سے لکھنے کی کوشش کرونگا۔

ساحر اور عامل میں فرق ہے

ساحر وہ ھوتا ہے جو کارہائے قدرت میں مدبرات الامور کے علاوہ کسی اور مافوق العادات کی مدد سے رخنہ اندازی کا مرتکب ھوتا ہے۔ جبکہ عامل وہ ھوتا ہے جو کارہائے قدرت میں ھونے والی اس دخل اندازی کا تدارک مدبرات کو بذریعہ اعمالِ علوی تقویت بخش کر سر انجام دیتا ہے۔

کائنات

کتب میں بھت سی غلطیاں ہیں جو بات حق ھوتی ہے اسے سائنس کی ترقی رد نھیں کر سکتی، جیسے قران میں کی گئی ہر بات حق اور اٹل ہے خواہ سائنس کتنی ہی ترقی کیوں نا کر جائے ایک ہزار سال کے بعد بھی کسی ایک قرانی حقیقت کو بھی جھٹلا نا سکے گی، خواہ اسکا تعلق آسمانوں سے ھو یا زمین سے اور یا پھر پاتال کی گھرائیوں سے۔

تو بات ھو رہی تھی کتب میں اغلاط کی، میرئے ذھن میں سوال اٹھا کہ اگر سات سیاروں کو سات افلاک کے مقام پر رکھا جائے تو کائنات نظام شمسی تک محدود ہو کر رہ جائے گی گویا زحل کائنات کے کنارئے پر واقع ہے ، جبکہ نظام شمسی ملکی وئے گیلسی کا ایک نیہایت مختصر سا حصہ ہے ، ملکی وئے گلیکسی میں کروڑوں اربوں کی تعداد میں نظام شمسی سے ملتے جلتے نجانے کتنے نظام موجود ہیں اور بات یہاں ختم نھیں ھوتی، پوری کائنات میں ملکی وئے جیسی عربوں کھربوں کائناتیں موجود ہیں۔ تو پھر اس بات کو کیا سمجھا جائےاگر فلک ھفتم زحل ہے تو کیا زحل کے بعد ظاھری کائنات تمام ھو جاتی ہے۔

دراصل گزشتہ چند دھائیوں میں پیدا ھونے والے محققین اور مصنفین نے صرف اور صرف ماضی میں لکھی گئی کتب کے تراجم اور نقل کرنے پر زورِ قلم صرف کیا ہے ، جیسے جیسے سائنس ترقی کرتی جا رھی ہے اور پڑھے لکھے افراد اُن علوم کی طرف متوجہ ھو رہے ہیں سوالات بھی اُٹھ رہے ہیں۔...

نفس اللہ
نفس مطمئنہ
مینٹل پلین
ملائک
علم و عرفان
ہائر اسٹرال پلین
مدبرات
نفس ملہمہ
لوئر اسٹرال پلین
جن و انس
ارادہ
نفس لوامہ
تکمیل
نفس امارہ
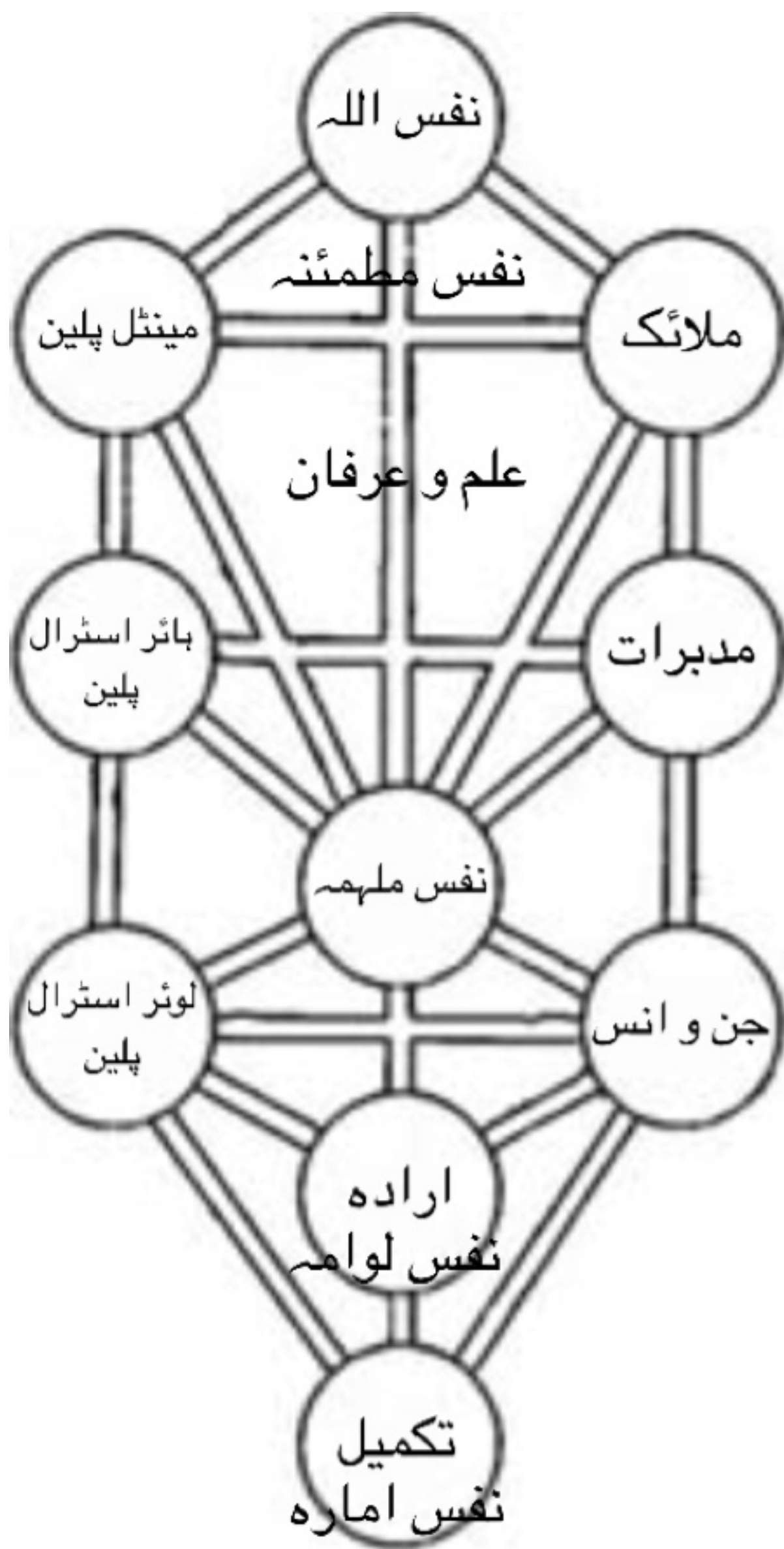
اسباب کے ظہور کا قدرتی نظام

اللہ تعالی مسبب الاسباب ہے، عموماً مشکل وقت میں قریبی رشتے دار اور دوست یار انسان کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں، ایسی وقت میں کسی غیر کا آ کر آپکو تھام لینا کوئی اتفاق نہیں ہوتا۔

اللہ تعالی قران میں فرماتا ہے کہ مخلوق کو رزق پہنچانا اور انکی دیگر ضروریات زندگی کو پورا کرنا میری ذمہ داری ہے۔ اس شجر حیات کو دیکھیں میں آپکو سمجھاتا ہوں کہ یہ کس طرح سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کیطرف سے ملائک کو کسی خاص امر کی تکمیل کے لئے حکم اترتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کے لئے اسباب کا پیدا کرنا، یہاں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی قادر ہے اور چاہے تو ملائک مقربین کو حکم دئے کر براہراست بھی کسی کی مدد کر سکتا ہے، لیکن یہاں بات ایک نظام کو سمجھانے کی ہو رہی ہے، پس ملائک کو جو حکم ملتا ہے وہ مینٹل پلین پر جہاں قوانین قدرت موجود ہوتے ہیں، تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ مینٹل پلین سے قوانین قدرت سے منسلک مدبرات ہائر اسٹرال پلین پر موثر ہو کر ایسی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں کہ جو نفوسِ جن و انس پر حکم کو بھلائی کی ھدایت یا توفیق کی صورت نازل کرتے ہیں۔

اللہ قران میں فرماتا ہے کہ سب خیر ہماری طرف سے تم پر نازل ھوتا ہے، اسی لئے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ فلاں شخص کو نیکی کی توفیق دئے۔ پس یہ وہی توفیق ھوتی ہے کہ جو مدبرات الامور کی مدد سے ہائر اسٹرال پلین کی حالت اور ارتعاش پذیری میں تبدیلی کر کے صرف اُن جن و انس تک پہنچائی جاتی ہے کہ جنکے دلوں میں ایمان کی قندیلیں روشن ھوں اور جنکا نفس ملہمہ بیدار ھو۔ ایسے شخص کے دل میں کسی شخص کے لئے ھمدردی اور رحم کے جذبات پیدا ھوتے ہیں۔ جسکے نییجے میں لوئر اسٹرال پلین پر موجود ایتھر کی لہروں میں تغیر بپا ھوتا ہے۔ اور وہاں سے وہ پیغام خیال کی صورت میں اس فرد یا افراد کے شعور پر وارد ھوتا ہے ،جہاں ارادہ کار فرما ھوتا ہے۔ اور جب وقت فیصلے کا آتا ہے تو اسی وقت لوئر اسٹرال پلین میں موجود اشرار خواہ وہ جن ھوں یا انسان، اُس فرد کے دل میں برائی یا بدگمانی اور لالچ وغیرہ جیسے منفی جذبات کو پیدا کرتے ہیں۔ مقصد اُس شخص کو بھلائی کے اس کام سے روکنا ھوتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک فرد کو یا کئی افراد کو ایسا کرنے سے روک دیں تب بھی کام ہو کر رھتا ہے کیونکہ مشئیت الھی شامل حال ھوتی ہے۔ تو کوئی نا کوئی اس سعادت سے بحرحال فیض حاصل کرتا ہے اور مسئلہ تکمیل تک پہنچتا ہے اور ظھور پذیر ھو کر کسی مجبور شخص کی جائز جسمانی خواھش کو حدث کرتا ہے کہ جسکا تعلق نفس امارہ سے ھوتا ہے۔...

سحر جادو، علوی و سفلی اعمال اور کالے جادو کی بنیادی باتوں کو بھی اس شجر حیات کی مدد سے باسانی سمجھا جاسکتا ہے جسکی بابت میں اپنے اگلے مضامین میں بات کرونگا۔

سب سے آخری دائرئے کا تعلق نفسِ امّارہ اور مادیت سے ہے۔ اپ دیکھیں کہ یہاں سے صرف تین راستے دیگر دوائر تک ممکن ہیں، یعنی جن و انس، ارادہ یا نفس لوامہ اور لوئر اسٹرال پلین۔

مطلب یہ ھوا کہ جب تک انسان حیوانی خواھشات اور مادّیات میں گِھرا ہوا ہوتا ہے تو اس وقت تک مندرجہ بالا تین عوامل تک اسکی رسائی رھتی ہے جسَکی تفصیل کچھ یوں ہے۔

جس شخص کی سوچ نفس امارہ سے بلند نھیں ھو پاتی اس پر جن و انس کی جانب سے پیدا کئے گئے وساوس کا غلبہ رھتا ہے، پریشانی، بے توکلی، شکایات اور ناشکری ایسے شخص کا مقدر ھوتیں ہیں۔ لوئر اسٹرال پلین جس میں شیاطین کی بھرمار ھوتی ہے باسانی ایسے شخص کی سوچ اور طرز عمل پر اثرانداز رھتے ہیں، ان وساوس سے بچنے کے لئے نفسِ لوامہ اُس شخص کو ملامت کرتا رھتا ہے بشرطیکہ اس شخص کے دل پر اللہ کیطرف سے مھر ثبت نا کی گئی ھو۔ ایسا شخص چاھے تو روحانی پرواز کر کے جنات و شیاطین کے پیدا کردہ وساوس سے باسانی چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے لیکن اسکے لئے ضروری یہ ھوتا ہے کہ وہ نفس امارہ سے اپنی سوچ کو بلند کر کے نفس لوامہ کیطرف رجوع کرئے تاکہ وہاں سے اسکا ربط دیگر دوائر سے بحال ھوسکے، جسکی تفصیل اگلی پوسٹ میں دونگا۔ انشاللہ

طلسماتی دنیا یا عالم ایتھر (قسط نمبر ۱)

عرصہ دراز سے راقم الحروف اس موضوع پر قلم اٹھانے کا سوچ رہا تھا مگر موضوع کی وسعت اور پیچیدگی ہمیشہ مانع رہی۔ پہلے تو اسکے اسرار و رموز کو سمجھنا ہی ماونٹ ایورسٹ کی چوٹی سر کرنے کے مصداق ہے، اور پھر اسکے بعد اس وسیع و عریض موضوع کو سمیٹ کر لفظوں میں اسطرح سے ڈھالنا کہ ہر ذھنی سطح کا انسان اسے باسانی سمجھ جائے، بذاتہ ایک بھت محنت اور وقت طلب کام ہے۔

مجھے کبھی بھی اپنے لکھاری ہونے کا زعم نھیں رہا، اور نا ہی الفاظ سوچ کا ساتھ دئے سکتے ہیں خاص کر مجھ جیسے مبتدی لکھاری کا۔ بحرحال ایک کوشش ہے جسے ممکن ہے آپ میں سے چند افراد پسند فرمائیں اورچند ناپسند۔ جی ہاں، پسند اپنی اپنی۔

طلسماتی یا عالم ایتھر کو سمجھنے سے پہلے چند حقائق کو سمجھنا بھت ضروری ہے کیونکہ انکے بغیر اس مقالے کی روح کو سمجھنا اور اسے تسلیم کرنا تقریباً ناممکن ہی ہو گا۔ اس سے بیشتر کے میں اصل موضوع یعنی طلسماتی دنیا کیطرف رجوع کروں، بطور حوالہ جات چند اھم لیکن دقیق حقائق کیطرف اپ لوگوں کی توجہ مبذول کروانا چاھونگا۔

تقدیر

یہ مضمون کیونکہ عملیات اور تصرفات کے حوالے سے رقم کیا جا رہا ہے لھذاء جبتک تقدیر اور اسکے قوانین کے متعلق کماحقہ علم نا ہو جائے، مزید لکھنا حماقت ہو گا۔

تو تقدیر کیا ہے، عام خیال یہ ہے کہ جو انسان کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے وہ اسے ہر صورت میں مل کر ہی رھتا ہے، یہ بات گو درست ہے لیکن جزوی طور پر، کیونکہ اگر یہ کل حق ھوتا تو پھر بندش کے اعمال کو ہم کیا کھینگے، کیونکہ بندش لگائی ہی اس شئے پر جاتی ہے جو انسان کی قسمت میں لکھی ھو، جو قسمت میں ہی نا ھو اس پر بندش کا لگانا ایسے ہی ہے کہ جیسے خشک ندی کے آگے بند باندھنا۔

تقدیر کے متعلق اپنی ہی ایک گزشتہ تحریر کا حوالہ دینا چاھونگا، تقدیر در حقیقت دو طرح کی ھوتی ہے، ایک تقدیرِ ازلی اور ایک تقدیرِ معلق۔ تقدیرِ ازلی مِیں جو کچھ بھی اللہ رب العزت نے اپنے لامحدود علم کو بروئے کار لا کر لکھ دیا ہے اُس میں سے کچھ امور ایسے ہیں کہ جنکا حدث ھونا اختیارِ انسانی سے ماوراء ہے، جیسے کون کب اور کہاں پیدا ھو گا۔ اسکے ماں باپ کون ھونگے، یا اسکی موت کب اور کہاں واقع ھوگ...

اپنے ارادئے کے تحت استعمال کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بندئے کی قسمت میں چار بچے اسکی تقدیرِ ازلی میں لکھ دئیے گئے ہیں، لیکن اسکے لئے اُس شخص کا صنفِ مخالف سے شرعی یا غیر شرعی جسمانی تعلق رکھنا لازم ہو گا، جو اسکے اختیار میں ہے۔ اگر وہ ایسا کرئے گا تو بچے ہونگے وگرنہ نہیں۔

اسی طریق سے اللہ تعالی نے ہماری قسمت میں رزق لکھ تو دیا ہے لیکن ساتھ محنت کی شرط لگائی ہے گویا محنت کرنی پڑئے گی، اُس رزق کے لئے جو اپکی تقدیر یا تقدیرِ ازلی میں لکھ دیا گیا ہے، تو بھائی جب لکھ دیا گیا ہے تو پھر ہم محنت کیوں کریں یہ تو ملنا ہی چاھئیے۔

تو بس یہ بات سمجھ لیں کے بندش ھمیشہ اسی شئے ہر لگائی جاتی ہے کہ جو انسان کی قسمت میں لکھ دی گئی ہو۔

قران پاک میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تمھارئے پاس جو ذیادہ مال ہے وہ دراصل غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے جو تمھارئے ذریعے سے ان تک پہچنا ہے اور یہ کہ تم لوگ غریبوں اور مسکینوں کا مال غصب مت کرو، گویا اللہ نے اسی طریق پر ہمارا امتحان بھی رکھ دیا اور ساتھ ہمکو اختیار بھی دئے دیا۔ اب اگر کوئی غریب جا حق اسکو نھیں دئے رہا تو گویا اسکا رزق روک رہا ہے جو ایک بھت بڑا گناہ ہے۔ اللہ رزاق ہے وہ اس شخص کو کسی دوسرئے وسیلے سے رزق دئے ہی دئے گا تاہم سمجھنے کی بات یہ ہے کہ بندش ہمیشہ اسی شئے پر لگتی ہے کہ جو اپکی قسمت میں لکھ دی گئی ہو۔

یہ بات سمجھے بغیر عالم ایتھر یا طلسماتی دنیا کے اسرار و رموز کو سمجھنا تقریباً ناممکنات میں سے ہے اور بلا وجہ اعتراضات کی پیشگی پیش بندی کی خاطر بطور سر نامہ کلام تقدیر کو ہی زیر بحث رکھنا مناسب گردانا گیا ہے۔ باقی آئیندہ ۔۔۔۔۔۔

طلسماتی دنیا یا عالمِ ایتھر (قسط نمبر ۲)

طلسماتی دنیا یا عالمِ ایتھر کے عنوان سے میں نے اس مضمون کی قسط نمبر ایک میں تقدیر کی دو اقسام کی وضاحت پیش کرنے کی ایک ادنٰی سی کاوش کی تھی اسکی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہ آپکو آنے والی اقساط کے متن سے معلوم ہو جائے گا۔ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ عالمین کی اقسام کون کون سی ہیں اور اِس کائنات اور انسان میں کیا مماثلت پائی جاتی ہے۔

عالمین یا مساوی کائناتیں

عالمین کی بابت دنیا کہ مختلف ادیان اور مذاہب میں مختلف قسم کی تقسیم پڑھنے کو ملتی ہے۔ دنیا بھر میں روحانیت کے پیروکار خواہ انکا تعلق کسی بھی مذھب یا عقیدئے سے ہو اِن مساوی کائناتوں کی موجودگی اور حقانیت سے واقف ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جسکی جہاں تک نظر گئی اور جو کچھ اسکے پردہ ادراک پر نمودار ہوا ویسا ہی اس نے ان عالمین یا مساوی کائناتوں کے ضمن میں بیان کر دیا۔

بعض کتب میں عالمین کی تعداد اٹھارہ ہزار تک بھی بتائی گئی ہے تاہم تصوف کی مشہور کتب میں عالمین کی چار اقسام بتائی گئی ہیں جو کچھ یوں ہیں۔

۱ عالم ناسوت
۲ عالم جبروت
۳ عالم ملکوت
۴ عالم لاھوت

یہ ایک مخصوص تقسیم ہے جو ایک خاص نقطہ نظر سے بلکل ٹھیک ہے ، بلکل ویسے جیسے میں کھوں کے پاکستان چار صوبوں یعنی پنجاب، سندھ، خیبر پختون خواہ اور بلوچستان پر مشتمل ہے۔ اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان لاھور، پنڈی، اسلام آباد، لاڑکانہ، کراچی، ساھیوال، وغیرہ وغیرہ پر مشتمل ہے۔ ایسی صورت میں بھی میرا جواب درست ہی ھو گا۔ پس عالمین کی جو اقسام بھی روحانیت کے مختلف شعبہ ہائے جات میں بیان کی گئی ہیں، اُس خاص شعبے کی مناسبت سے بلکل درست ہیں۔

ہمارا یہ مضمون کیونکہ عملیات اور تصرفات کو مدنظر رکھ کر ترتیب کیا گیا ہے لھذاء ہم بھی عالمین کی اسی تقسیم کو بیان کرینگے جو ہمارئے موضوع سے مناسبت رکھتی ہے اور اسکا تعلق انسانی جسم، جاں و روح سے بھی بہت گھرا ہے۔...

بات کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انسان اپنی ذات میں ایک کائنات ہے ، انسانی جسم کو اگر مائیکرو سکوپ کی مدد سے دیکھا جائے تو اسکے اندر اسقدر وسعت اور تفصیل ہے جو کسی طور ہماری ظاھری کائنات سے کم نھیں ہے۔ یہ بات تو انسان کے جسدِ خاکی کی حد تک ہے اسکے بعد اگر آپ انسانی جسم کے گرد موجود توانائی کی اُن پرتوں، جنکو اوراز کے نام سے بھی جانا جاتا ہے ، کا مطالعہ کریں تو اُنکی ترتیب کچھ یوں ہے۔

١ ایتھرک باڈی
٢ ایموشنل باڈی
٣ مینٹل باڈی
۴ سپرچول باڈی

جیسے انسانی بدن کے گرد یہ چار اوراز ہیں ویسے ہی اس کائنات یعنی مادی دنیا کہ اوپر بھی ایسے ہی چار روحانی پرتیں ہیں جنکو عالمین کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ انسانی جسم کے گرد موجود اِن اوراز کو اگر مزید پھیلایا جائے تو انکی تعداد سات تک چلی جاتی ہے کیونکہ سپرچول باڈی دراصل مزید چار اوراز کے مجموعے کا نام ہے ، لیکن فیالحال ہم اسکی تفصیل میں نھیں جائینگے کیونکہ یہ بات ہمکو اپنے موضوع سے دور لے جائے گی۔

تو کائنات کے اوپر بھی بلکل انسانی اوراز کیطرح چار اوراز ہیں جنکو پھیلا کر سات تک لے جایا جاسکتا ہے۔ اور وہ کچھ یوں ہیں۔

١ ایتھرک پلین
٢ ایموشنل یا اسٹرال پلین
٣ مینٹل پلین
۴ سپرچول پلین

ان چار کائناتوں کی اگر الگ الگ مکمل تفصیل بیان کی جائے تو ایک چھوٹا سا کتابچہ بآسانی بن جائے گا لیکن میں بات کو سمیٹتے ہوئے پھر اپنے موضوع کیطرف پلٹتا ہوں۔

کیونکہ زیرِ بحث درحقیقت عالمِ ایثر یا طلسماتی دنیا ہے لھذاء ہمارئے کام کا صرف، انسانی جسم کا اور اس مادی دنیا کا ، پہلا اورا یا عالم جو بھی کہہ لیں، ایتھرک پلین یا ایتھرک اورا ہی ہے۔...

انسانی جسم کا مادی حصہ اس مادی دنیا سے متصل و مربوط ہے ، جبکہ ایتھرک باڈی ایتھرک پلین میں، اسی طریق سے مینٹل باڈی مینٹل اور سپرچول باڈی سپرچول پلین میں ہی موجود رہتی ہے۔

جبتک یہ حقائق اور دقائق ھضم نھیں ھونگے نا تو عالمِ ایتھر کی سمجھ آئے گی اور نا ہی طلسماتی دنیا کی، روحانی دنیا تو خیر اس سے بھت بعد کی چیز ہے کیونکہ اس سے پہلے دو کائناتیں اور ہیں یعنی ایموشنل اور مینٹل پلین، جبتک انکو تسخیر نا کر لیا جائے روحانی دنیا تک رسائی ممکن ہی نھیں ھوتی۔

کہنے کو روحانیت کے دعوی دار بھت ہیں لیکن حقیقت تک رسائی بھت ہی کم لوگوں کی ہے وگرنہ زورِ قلم "موھنی" کے عملِ حب تک ہی محدود ہے۔

باقی آئیندہ ....

طلسماتی دنیا یا عالم ایتھر (قسط نمبر ۳)

ساری کائنات مادئے سے بنی ہے اور مادہ عناصر اربع یعنی اتش، باد، آب اور خاک سے۔ مادئے کو اگر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کیا جائے تو اخر میں ایٹم بچتا ہے نیز مادئے کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ شئے جو وزن، حجم اور کمیت رکھتی ھو مادہ کہلاتی ہے۔ ایٹم مزید تین ذرات کا مرکب ہے یعنی الیکٹران پروٹان اور نیوٹران۔ الیکٹران اپنے مرکز کے گرد، جو نیوکلس کہلاتا ہے اور دیگر ذرات کا مجموعہ ہے، تیزی سے گھوم رہے ہیں بلکل ایک چھوٹے سے نظام شمسی کے مصداق۔ ایٹم کی ساخت کے بارئے میں سائینسدانوں کا کہنا یہ ہے کہ ایٹم ننانوئے فیصد "خلا" پر مشتمل ہے۔ یعنی الیکٹران بلکل نظام شمسی کے سیاروں کیطرح خلا میں ایٹم کے مرکز یعنی نیوکلس کا طواف کر رہے ہیں۔

کیونکہ ظاھری کائنات کی ہر شئے مادے سے بنی ہے اور مادہ ایٹم سے تو یہ کہنا بیجا نا ھو گا کہ کائینات ننانوئے فیصد خالی ہے یعنی خلا پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالی نے کائنات کو اپنے امر سے خلق کیا، " کن فیکون". یعنی اللہ تعالی فرماتا تھا کہ ھو جا پس وہ ھو جاتا تھا۔ یعنی امر ارادئے کے تحت ہے اور ارادہ نفس کے۔ یعنی اللہ کا ارادہ نفس اللہ کے تحت ہے۔ تو جب کچھ نہیں تھا یعنی صرف اللہ تھا تب عدم بھی نہیں تھا کیونکہ "عدم" بھی شئے ہے، عدم کو لا شئے نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ صفت صرف ذات باری تعالی کی ہے، ماسوائے اس ذاتِ برحق کے ہر مخلوق شئے ہے۔ پس اللہ نے سب سے پہلے عدم کو خلق کیا۔ تو عدم کیا ہے؟ بس اتنا کہونگا کہ عدم مکان ہے کیونکہ مخلوق کے لئے زمان و مکان کا موجود ھونا ضروری ہے۔ عدم ہی دراصل وہ مکان ہے کہ جس میں پوری کائنات بشمول تمام تر عالمین کو خلق کیا گیا ہے اور اسکو بنایا گیا ہے پانچوئے عنصر یعنی ایتھر سے۔ مخلوق کا زمان و مکان کی قید میں ھونا طئے شدہ امر ہے۔ پس جہاں ایتھر ہے وہی مکان ہے اور جہاں لامکانی کا عالم ہے وہاں مخلوق کا ھونا ممکن ہی نہیں کیونکہ لامکانی صرف اور صرف خالق کا وصف ہے، مخلوق کا نہیں۔ یہاں اس بات کا خیال رکھیں کہ آئمہ ع کےاقوال کے مطابق لوح و قلم ملائک ہیں لھذاء وہ بھی شئے ہیں اور محتاجِ مکان۔ لھذاء عالم لاھوت کو بھی لامکاں کہنا غلط ھو گا۔ خلا چاہے کائنات میں ھو یا ایٹم میں، خالی نہیں ہے بلکہ ایتھر سے بھری ھوئی ہے، انسان بھی کیونکہ ایٹم سے بنا ہے لھذاء انسان میں بھی یہ پانچواں عنصر یعنی ایتھر پایا جاتا ہے۔ ایتھر ہی وہ وسیلہ ہے کہ جس کے ذریعے سےامر کو بذریعہ ملائک ایک مقام سے دوسرئے مقام تک منتقل کیا جاتا ہے۔ خلا میں روشنی اور کشش ثقل یا دیگر ویز کا سفر کرنا بھی ا...

بات کی دلیل ہے کہ بظاہر خالی نظر آنے والی خلا اگر خالی ہے تو پھر روشنی کی تحریک کیونکر ممکن ہے؟ پس جب خدائے بذرگ و برتر نے عدم کو خلق کیا اسی خلا کو خلق کیا جو ایتھر سے پُر تھی۔ ایتھر میں تغیرات کو بپا کرنا امر کے ذریعےسے ممکن ہے اور امر ارادئے کے اور ارادہ نفس کے اور نفس عقل کے تابع ہے۔ جسوقت نفسانی خواھشات عقل پر غلبہ حاصل کر لیتی ہیں تو نفس عقل کی اطاعت کو ترک کر دیتا ہے، خیر یہ ایک الگ موضوع ہے۔

پس تمام عالمین دراصل ایتھر سے بنے ہیں اور ایتھر کی مختلف حالتیں، ایتھر میں تغیر اور ارتعاش پزیری کا نتیجہ ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ تمام مخلوقات کا مادہ بشمول اربع عناصر کے دراصل ایتھر ہی کی مخلتف حالتیں ہیں۔ باقی آئیندہ ----------

طلسماتی دنیا یا عالم ایتھر (قسط نمبر ۴)

یہاں تلک یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ کائنات عناصر اربع سے بنی ہے اور عناصر اربع ایتھر یا ایثر سے معرض وجود میں آئے ہیں یعنی ایتھر ہی وہ مادہ ہے جس سے کائنات کی ہر شئے، نور کو چھوڑ کر، تمام تر عالمین میں خلق کی گئی ہے۔

کائنات کی ہر شئے ایتھر کی بدلتی ہوئی کثافت اور ارتعاش پذیری کا نتیجہ ہے۔ اللہ نے جب چاہا کہ کچھ خلق ہو تو ارادہ فرمایا اور "کن" بزبان علی مرتضی ع کہا تو ایتھر نے مشئیت الہی کے عین مطابق اپنی ہئیت کو بدلا اور باری باری عناصر اربع خلق ہو گئے۔ اسکے بعد اللہ نے ان ہی عناصر اربع سے یہ ظاھری کائنات بنائی اور ایتھر سے عالم ارواح کو بنایا۔ عالم ناسوت کا کچھ حصہ اربع عناصر سے اور کچھ ایتھر کی بنیادی اور کمتر قسم سے خلق کیا۔ ایتھر کی اس ہی قسم سے اوراز کو بنایا گیا۔ اسی ایتھر کے وسیلے سے عالم ارواح سے امر یعنی روح کو نباتات، جمادات، حیوانات، چرند پرند اور جن و انس پر اتارا گیا۔ اللہ نے جب یہ سب کچھ خلق کر لیا تو ملائک اور چند نیک جنات کو اسی امر کی ترسیل پر معمور فرما دیا۔ امر اللہ سے صاحب امر ع تک منتقل ھو کر ان ہی جنات اور ملائک کی مدد سے تمام تر عالمین اور ان میں موجود ہر شئے پر اسکے اوراز کی مدد سے اثر پذیر ھوتا ہے، عقلی اور جسمانی دونوں طریقوں سے۔ جسمانی طور ہر انکی ہئیت اور عقلی طور پر انکے طرز عمل کو معین کرتا ہے۔ عقلی طور پر وہ امور جنکا تعلق بقاء انسانی کے لئے لازم ہو انسان کے دائرہ اختیار سے باھر ہیں جبکہ وہ امور کے جنکا تعلق انسان کی نجات سے ہو اُس میں انسان کو اختیار حاصل ہے۔

چرند پرند میں بھی وہ امور جو انکی جبلتِ حیوانی کی تسکین کا باعث ھوں، ان میں انکو اختیار ہے، جبکہ دیگر میں جبر ہے۔ جنات کا معاملہ بھی انسانوں سے ملتا جلتا ہے۔ جمادات اور نبادات کو ارادہ حاصل نھیں جبکہ ملائک امر الھی کے تابع، ہیں ہر حالت میں۔

باقی آئیندہ ....